ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

1

صفر 1433ھ — جنوری 2012ء

گوشۂ خاص

بیاد

مفکرِ احرار رحمۃ اللہ علیہ

چودھری افضل حق

جیا اس تمکنت سے بندۂ آزاد افضل حق
کہ دنیا آج تک کہتی ہے زندہ باد افضل حق

کسی جابر کے آگے وہ جھکا سکتا نہ تھا گردن
یقیناً روحِ آزادی کا تھا ہمزاد افضل حق

ہمیشہ مسلکِ بوذرؓ رہا پیشِ نظر اس کے
نظامِ زر کا تھا اک معتبر نقاد افضل حق

(جعفر بلوچ)

- سیاسی افراتفری کی فضاء، اونٹ کس کروٹ بیٹھے گا؟
- میموسکینڈل کے مختلف کردار اور قادیانی سازشیں
- نہنگوں کے نشیمن جس سے ہوتے ہیں تہ و بالا
- اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ کا نتیجہ
- مرزا قادیانی کے چالیس جھوٹ

احرار ۱۹۲۹

توحید و ختمِ نبوت کے علمبردار و ایک ہو جاؤ (سید ابو ذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ)

34 ویں سالانہ ختمِ نبوّۃ کانفرنس

تاریخ 12 ربیع الاوّل 1433ھ جامع مسجد احرار چناب نگر

زیرِ صدارت

ابن امیر شریعت حضرت پیر جی

سیّد عطاء المہیمن بخاری مدظلہ العالی

امیر مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

مہمانِ خصوصی

حضرۃ مولانا

صاحبزادہ عزیز احمد صاحب مدظلہ العالی

خانقاہ سراجیہ کندیاں

نائب امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ

پروگرام

درسِ قرآن کریم: بعد نماز فجر تقاریر: دس بجے تا ظہر

حسبِ سابق بعد نمازِ ظہر فرزندانِ اسلام، مجاہدینِ ختمِ نبوت اور سرخ پوشانِ احرار کا عظیم الشان جلوس مسجد احرار سے روانہ ہوگا۔ دورانِ جلوس مختلف مقامات پر زعماءِ احرار خطاب فرمائیں گے۔

جملہ مکاتبِ فکر کے سرکردہ رہنما تحریکِ ختمِ نبوت کے قائدین، زعماءِ احرار، وکلاء صحافی، دانشور اور طالب علم رہنما خطاب کریں گے نیز قادیانیوں کو دعوتِ اسلام کا فریضہ دہرایا جائے گا

منجانب تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوّۃ شعبۂ تبلیغ مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

رابطہ: چناب نگر: 0301-3138803,047-6211523 ملتان: 061-4511961 لاہور: 042-35912644 چیچہ وطنی: 040-5482253

بیاد: سید الاحرار حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

بانی: ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

جلد 23 شمارہ 01 صفر المظفر 1433ھ — جنوری 2012ء

Regd.M.NO.32, I.S.S.N.1811-5411

تشکیل

دل کی بات:	سیاسی افراتفری کی فضاء، اونٹ کس کروٹ بیٹھے گا؟	مدیر	2
تعزیتی	جناب حافظ محمد اکبر رحمۃ اللہ علیہ	مدیر	3
شذرات:	جناب عبد اللطیف خالد چیمہ کی والدہ ماجدہ کا انتقال		
	مولانا معین الدین لکھوی کی رحلت		
افکار:	میمو اسکینڈل کے مختلف کردار اور قادیانی سازشیں	عبد اللطیف خالد چیمہ	6
//	میمو گیٹ سکینڈل کے کردار اور ان کی اصلیت	عبد الجبار ناصر	9
//	نہنگوں کے نشیمن جس سے ہوتے ہیں تہ و بالا	توصیف احمد ہزاروی	17
دین و دانش:	درسِ حدیث	مولانا محمد فواد	19
//	حدیثِ سفینہ رضی اللہ عنہ اور خلافتِ معاویہ رضی اللہ عنہ (قسط:۲)	پروفیسر قاضی محمد طاہر الہاشمی	21
//	اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ کا نتیجہ!	پروفیسر محمد حمزہ نعیم	30
گوشۂ خاص:	مفکرِ احرار چودھری افضل حق رحمۃ اللہ علیہ	سید محمد کفیل بخاری	31
//	ایک خادمِ خلق کی کہانی (مفکرِ احرار چودھری افضل حق رحمۃ اللہ علیہ)	غلام دستگیر ربانی	33
آپ بیتی:	ورق ورق زندگی (قسط:۸)	پروفیسر خالد شبیر احمد	36
مطالعہ	اللہ تعالیٰ، کتب سماویہ اور قرآن مجید کے متعلق	مولانا مشتاق احمد چنیوٹی	41
قادیانیت:	مرزا قادیانی کے چالیس جھوٹ		
طنز و مزاح:	زبان میری ہے بات اُن کی	قریم عینکی	50
حسنِ انتقاد:	تبصرۂ کتب	کفیل بخاری، شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی، عین الرحمان عادل	51
اخبار الاحرار:	مجلس احرار اسلام پاکستان کی سرگرمیاں	ادارہ	56
ترحیم:	مسافرانِ آخرت	ادارہ	62

فیضانِ نظر
حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ

زیرِ سرپرستی
حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری ابن امیر شریعت دامت برکاتہم

مدیر مسئول
سید محمد کفیل بخاری
kafeel.bukhari@gmail.com

رفقائے فکر
عبد اللطیف خالد چیمہ • پروفیسر خالد شبیر احمد
مولانا محمد مغیرہ • محمد عمر فاروق
قاری محمد یوسف احرار • میاں محمد اویس
سید صبیح الحسن ہمدانی
sabeeh.hamdani@gmail.com
سید عطاء المنان بخاری
atabukhari@gmail.com

تزئین
محمد نعمان سنجرانی
nomansanjrani@gmail.com

سرکولیشن منیجر
محمد یوسف شاد 0300-7345095

زرِ تعاون سالانہ
اندرون ملک ——— -/200 روپے
بیرون ملک ——— -/1500 روپے
فی شمارہ ——— -/20 روپے

ترسیلِ زر بنام: ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت
بذریعہ آن لائن اکاؤنٹ نمبر: 1-5278-100
بینک کوڈ 0278 یو بی ایل چوک مہربان ملتان

رابطہ: دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
☎061-4511961

www.ahrar.org.pk
majlisahrar@hotmail.com
majlisahrar@yahoo.com

تحریک تحفظ ختم نبوت شعبۂ تبلیغ مجلس احرار اسلام پاکستان

مقامِ اشاعت: دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان ناشر: سید محمد کفیل بخاری طابع: تشکیل نو پرنٹرز

Dar-e-Bani Hashim. Mehrban Colony, Multan.(Pakistan)

دل کی بات　　　　مدیر

سیاسی افراتفری کی فضاء، اونٹ کس کروٹ بیٹھے گا؟

گزشتہ کئی مہینوں سے حکومت اور اسٹیبلشمنٹ میں رسہ کشی جاری ہے لیکن دونوں میں سے کوئی بھی یہ الزام قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہے۔ صدر زرداری کی پراسرار بیماری، دبئی روانگی، وزیرِ اعظم اور آرمی چیف کی ملاقات، گیلانی کی موجودگی میں کیانی کا زرداری کو فون اور اچانک بحالی صحت کے بعد مسرور ائیر بیس پر زرداری کی ڈرامائی واپسی نے شکوک و شبہات کو مزید قوت دے دی۔ صدر زرداری نے اپنی چند روزہ اختیاری جلاوطنی کے دوران کہا کہ اگر کسی نے مجھ پر آرٹیکل سنتالیس کا اطلاق کیا تو پھر پیپلز پارٹی کا آئندہ منشور ''ایسے دستور کو میں نہیں مانتا'' ہوگا۔ جب کہ وزیرِ اعظم گیلانی نے کہا کہ ہمیں ہٹایا گیا تو پھر ہماری زندگی میں الیکشن نہیں ہوگا۔ پھر سب کو جانا ہوگا۔

ادھر گزشتہ دنوں پارلیمنٹ میں وزیرِ اعظم کی تقریر نے سیاست کے جوار بھاٹے میں اس وقت ارتعاش پیدا کر دیا جب انہوں نے براہِ راست فوج کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے کہا کہ ''جمہوری حکومت ختم کرنے کی سازشیں ہو رہی ہیں فوج ریاست کے اندر ریاست نہ بنائے وہ وزارتِ دفاع کے ماتحت ہے''۔ آرمی چیف جنرل کیانی نے جوابی بیان میں کہا کہ فوج ''جمہوریت پر یقین رکھتی ہے، آئین کا احترام کرتی ہے اور حکومت پر قبضے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی''۔ تازہ ترین اخباری اطلاعات کے مطابق جنرل کیانی نے ایوانِ صدر اور وزیرِ اعظم ہاؤس سے دور رہنے اور خاموشی کا فیصلہ کیا ہے۔ قیاس آرائیاں کی جارہی ہیں کہ وہ برطرف بھی کیے جاسکتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ وہ کون سی مجبوریاں تھیں جن کے تحت گزشتہ چار سالوں میں صدر اور وزیرِ اعظم نے آرمی چیف کو تمام معاملات میں شریک کر کے اتنا زیادہ قرب بخشا کہ زرداری، گیلانی اور کیانی کی ''ٹرائکا'' مشہور ہوگئی۔ وہ صبح کو ایوانِ صدر میں فروکش ہوتے تو شام کو وزیرِ اعظم ہاؤس میں جلوہ افروز ہوتے۔ امریکی سفیر، امریکی آرمی چیف، وزیرِ دفاع اور وزیرِ خارجہ سمیت مختلف امریکی حکومتی وفود براہِ راست جنرل کیانی سے پے در پے ملاقاتیں کرتے رہے۔ تب یہ سب کچھ درست کیوں تھا؟ اور اب غلط کیوں؟

ادھر عمران خان کے سونامی نے سیاسی فضا میں ہلچل اور افراتفری مچادی ہے۔ بے چاری ق لیگ کی بوری میں تو پہلے ہی سوراخ ہوگیا تھا اب ن لیگ کے تھیلے کا منہ بھی کھل گیا ہے۔ جاوید ہاشمی جیسے رہنما کی تحریکِ انصاف میں شمولیت نواز شریف کے لیے بڑا دھچکا بھی ہے اور عبرت کا سبق بھی۔ جنوبی پنجاب میں پیپلز پارٹی اور ن لیگ دونوں کے لیے آئندہ الیکشن میں بہت سی مشکلات پیدا ہوگئی ہیں۔ عمران خان کا کہنا ہے کہ ہم ملک میں خلافتِ راشدہ کا نظام لائیں گے۔ یقین نہیں آتا کہ انہوں نے یہ دعویٰ بقائمی ہوش وحواس کیا ہو جن لوگوں کو وہ ساتھ لے کر چل رہے ہیں یا جو لوگ اِدھر اُدھر سے نکل کر اُن کے ساتھ شامل ہو رہے ہیں یا خود عمران خان خلافتِ راشدہ کے نظام اور معیار پر پورے اترتے ہیں؟

عمران خان کے سیاسی غبارے میں جو ہوا بھری جارہی ہے اسے نکلنے کے لیے زیادہ وقت درکار نہیں ہے۔

ایبٹ آباد آپریشن اور میموسکینڈل پر فوج اور حکمران آمنے سامنے ہیں۔ یہ دونوں معاملات سپریم کورٹ میں زیرِ سماعت ہیں اور قوم فیصلے کی منتظر ہے۔ ایبٹ آباد آپریشن، مہران بیس اور پاکستانی فوجی چوکیوں پر نیٹو فورسز کے حملے پاکستانی قبائلی علاقوں پر مسلسل ڈرون حملے آخران کا ذمہ دار کون ہے؟

ملک کے خلاف ان سازشوں کے اصلی کرداروں کو بے نقاب ہونا چاہیے اور انہیں قانون کے مطابق سزا ملنی چاہیے۔ شمسی ائیربیس کی طرح پاکستان میں دیگر امریکی اڈوں کو بھی ختم کیا جانا چاہیے۔ نیٹو فورسز کی سپلائی کی بندش کے فیصلے کو برقرار رکھا جائے اور پاکستان کی خارجہ پالیسی پر نظرِ ثانی کرتے ہوئے امریکی غلامی سے نکل جانا چاہیے۔ موجودہ افراتفری اور سیاسی بھونچالوں کی غیر یقینی فضا میں حتمی طور پر کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ اونٹ کس کروٹ بیٹھے گا۔ البتہ یہ بات طے شدہ ہے کہ وطنِ عزیز اب مزید کسی محاذ آرائی کا متحمل نہیں ہے۔ مقتدر قوتیں پاکستان کی سلامتی اور دفاع کو اپنے سیاسی اور ذاتی مفادات پر مقدم رکھیں۔ ملک محفوظ ہے تو ہم بھی محفوظ ہیں ملک نہیں تو کچھ نہیں۔ اللہ تعالیٰ پاکستان کی حفاظت فرمائے۔ آمین

جناب حافظ محمد اکبر رحمۃ اللہ علیہ:

مجلس احرار اسلام پاکستان کے سابق نائب امیر جناب حافظ محمد اکبر ۲۷ر نومبر ۲۰۱۱ کو رحیم یار خان میں انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حافظ صاحب رحمہ اللہ ۱۷ر ستمبر ۱۹۳۵ء کو میانوالی کے ایک گاؤں ڈھوگ (چکڑالہ) میں پیدا ہوئے۔ حفظ قرآن کریم اور ابتدائی دینی تعلیم کے بعد رحیم یار خان آگئے اور مزید تعلیم جاری رکھی۔ یہاں جامع مسجد غلہ منڈی میں امام وخطیب مقرر ہوئے اور زندگی کا ایک طویل عرصہ اسی مسجد میں خدمت دین میں گزارا۔ فطری طور پر ایک بہادر اور صابر انسان تھے۔ شروع سے ہی ان کا تعلق علماء احرار سے ہوگیا۔ حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کی تقریروں سے متاثر ہوئے پھر بستی مولویان میں چوہان برادری کے بزرگوں مولوی قمر الدین رحمہ اللہ اور مولوی صالح محمد رحمہ اللہ سے تعلق ومحبت نے قافلۂ احرار میں لا کھڑا کیا۔ دونوں بزرگ مجلس احرار اسلام سے وابستہ تھے اور حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کے فدا کار تھے۔ ۱۹۶۲ء میں جانشین امیر شریعت حضرت مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاری رحمہ اللہ مجلس احرار کے احیاء وتنظیم سازی کے لیے ضلع رحیم یار خان تشریف لے گئے تو مولوی قمر الدین رحمہ اللہ آپ کے میزبان تھے۔ انھوں نے زندگی بھر اس خدمت کو انجام دیا۔ اب ان کی اولاد وفاء وتعلق اور وضع داری کی روایت نبھا رہی ہے۔ ۱۹۶۲ء سے ۱۹۷۰ء کے دوران حافظ محمد اکبر صاحب مجلس احرار اسلام سے وابستہ ہوئے۔ طبیعت میں بیباکی اور جرأت تو موجود تھی لیکن ابناء امیر شریعت کی صحبتوں نے ان کے جذبوں، امنگوں اور صلاحیتوں کو جلا بخشی۔ ۱۹۷۰ء میں مجلس احرار اسلام نے ملک بھر میں تحفظِ ختم نبوت کانفرنسیں منعقد کیں تو ان میں حافظ صاحب مرحوم نے خطابت کے جوہر دکھائے اور افقِ احرار پر چھا گئے۔ انھوں نے قید وبند کی صعوبتیں بڑی استقامت اور جرأت سے برداشت کیں۔ ذوالفقار علی بھٹو کے دورِ حکومت میں ان پر ۲۲ جھوٹے مقدمات بنائے گئے اور انھیں پابند سلاسل کر دیا۔ وہ حلقۂ احرار میں ''جرنیل احرار'' کے خطاب سے یاد کیے جاتے تھے۔ رحیم یار خان شہر میں دار العلوم فاروقیہ کے نام سے مدرسہ قائم کیا اور تادم آخر اس مدرسہ کو چلاتے رہے۔ زندگی کے آخری دنوں میں شدید بیمار ہوئے تو علاج کے لیے ملتان تشریف لائے۔ قائد احرار حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہٗ کی خواہش پر

مدرسہ معمورہ، دارِ بنی ہاشم میں قیام فرمایا۔ دن بھر ابنِ ابوذر جناب سید محمد معاویہ بخاری کے ہاں قیام کرتے اور شام کو دارِ بنی ہاشم آجاتے۔ یہ بڑے یادگار دن تھے۔نومبر کے شروع میں واپس رحیم یار خان تشریف لے گئے۔ان سے مسلسل فون پر رابطہ رہا۔ان کی گرجدار آواز اور چہرے پر اطمینان سے کوئی اندازہ نہیں کرسکتا تھا کہ وہ اب چراغِ سحری ہیں۔نومبر کے آخری ہفتے میں ان کی طبیعت زیادہ بگڑ گئی۔ہسپتال منتقل کیا مگر طبیعت سنبھل نہ سکی۔بالآخر ۲۷ر نومبر ۲۰۱۱ کو ۷۶ برس کی عمر پا کر داعیٔ اجل کو لبیک کہہ گئے۔ان کی نماز جنازہ میں ہزاروں افراد کے علاوہ احرار کارکنوں کی بہت بڑی تعداد تھی۔انہیں سینکڑوں عقیدت مندوں نے محبت کے آنسوؤں، آہوں اور سسکیوں کے ساتھ سپردخاک کیا۔’’حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا‘‘

جناب عبداللطیف خالد چیمہ کی والدہ ماجدہ کا انتقال:

مجلس احرار اسلام پاکستان کے سیکرٹری جنرل جناب عبداللطیف خالد چیمہ کی والدہ ماجدہ (رحمۃ اللہ علیہا) ۲۰ محرم ۱۴۳۳ھ مطابق ۱۶ر دسمبر ۲۰۱۱ء جمعۃ المبارک تقریباً پونے گیارہ بجے دن لاہور میں انتقال کرگئیں۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مرحومہ ایک عرصے سے علیل تھیں چیچہ وطنی میں علاج ہوتا رہا درمیان میں ان کی صحت بہتر بھی ہوتی رہی لیکن گزشتہ چند ہفتوں سے ضعف ونقاہت بڑھ گئی۔جمعرات ۱۵ر دسمبر کو طبیعت بہت زیادہ بگڑ گئی۔تو انہیں ساہی وال ہسپتال لے جایا گیا۔ چند گھنٹوں بعد پنجاب کارڈیالوجی لاہور داخل کرایا، عارضۂ قلب اور دیگر عوارض بڑھ گئے۔معالجین کی سب تدبیریں اللہ کے حکم کے سامنے ناکام ہوگئیں۔ان کی میت آبائی گاؤں L-42/12 چیچہ وطنی لائی گئی اور نمازِ مغرب کے بعد حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب قدس سرہٗ کے فرزند صاحبزادہ رشید احمد صاحب دامت برکاتہم نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔انھیں خاندانی قبرستان میں سپردِ خاک کیا گیا۔مرحومہ انتہائی صالحہ وعابدہ خاتون تھیں۔حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفۂ مجاز حضرت حافظ حکیم عبدالرشید صاحب رحمہ اللہ کی اہلیہ تھیں۔حضرت خواجہ خان محمد نوراللہ مرقدہٗ جب بھی چیچہ وطنی تشریف لاتے تو حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کے ہاں کئی کئی روز قیام فرماتے۔خانقاہ سراجیہ سے نسبت کی وجہ سے حافظ صاحب رحمہ اللہ نے اپنے خاندان اور گاؤں میں زبردست دینی ماحول پیدا کیا اور خاندان کے افراد کا اہلِ حق سے تعلق جوڑ دیا۔

مجلس احرار اسلام کے امیر حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری، سید محمد کفیل بخاری، میاں محمد اویس اور قاری محمد یوسف احرار نے چیچہ وطنی پہنچ کر جناب عبداللطیف خالد چیمہ اور ان کے برادران جناب محمد جاوید اقبال اور حافظ حبیب اللہ کے علاوہ خاندان کے دیگر افراد سے اظہارِ تعزیت اور دعاء مغفرت کی۔مدرسہ معمورہ ملتان میں مرحومہ کے ایصالِ ثواب کے لیے ختم قرآن کریم کا اہتمام کیا گیا۔تمام ماتحت مجالسِ احرار اسلام کے عہدیداروں نے مرکزی دفتر ملتان اور لاہور فون اور خطوط کے ذریعے اظہارِ تعزیت کیا ہے اور مرحومہ کے لیے دعاء مغفرت کی ہے۔ جناب عبداللطیف خالد چیمہ، اُن کے برادران اور تمام پسماندگان نے ان تمام حضرات واکابر، کارکنانِ احرار اور مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے حضرات کا شکریہ ادا کیا ہے جنہوں نے اندرون وبیرون ملک سے ون اور خطوط کے ذریعے اور خود تشریف لا کر اظہارِ تعزیت کیا۔شدید غم اور صدمے میں صبر کی تلقین کے ساتھ حوصلہ دیا۔ایصال ثواب اور دعاء مغفرت کا اہتمام کیا۔اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر عطا

فرمائے۔ مجلس احرار اسلام کے تمام رہنما اور کارکنان اظہار تعزیت بھی کرتے ہیں اور دعائے مغفرت بھی۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے، حسنات قبول فرمائے، خطائیں معاف فرمائے اور اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔ (آمین)

مولانا معین الدین لکھوی کی رحلت:

جمعیت اہلحدیث کے سرپرست، ممتاز عالم دین مولانا معین الدین لکھوی ۹۰ برس کی عمر میں انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ نماز جنازہ میں سینیٹر پروفیسر ساجد میر، جماعت الدعوۃ کے مرکزی امیر حافظ محمد سعید، ممبران قومی وصوبائی اسمبلی، علماء کرام، صحافیوں، وکلا، تاجروں اور شہریوں نے ہزاروں کی تعداد میں شرکت کی۔

مولانا معین الدین لکھوی ایک جید عالم دین اور قومی رہنما تھے۔ وہ اوکاڑہ سے قومی اسمبلی کے رکن بھی منتخب ہوتے رہے۔ انھوں نے ہر دینی وقومی تحریک میں قائدانہ کردار ادا کیا۔ انھوں نے صاف ستھری دینی زندگی گزاری ان کی دینی وقومی خدمات اور شاندار ماضی کو کبھی فراموش نہیں کیا جاسکے گا۔ قائد احرار مولانا سید عطاء المہیمن بخاری اور مجلس احرار اسلام اوکاڑہ کے صدر شیخ نسیم الصباح، جنرل سیکرٹری شیخ مظہر سعید اور خالد چودھری نے اپنے بیان میں کہا کہ مولانا معین الدین لکھوی تحریک تحفظ ختم نبوت اوکاڑہ کے اسیروں میں سے آخری اسیر تھے۔ مولانا کے جسدِ خاکی کو قلعہ تارا سنگھ دیپالپور میں ہزاروں سوگواروں کی موجودگی میں سپردِ خاک کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ (آمین)

ماہانہ مجلس ذکرو اصلاحی بیان
26 جنوری 2012ء
جمعرات بعد نماز مغرب
ابن امیر شریعت
حضرت پیر جی
سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم
امیر مجلس احرار اسلام پاکستان
دارِ بنی ہاشم
مہربان کالونی ملتان
الداعی سید محمد کفیل بخاری ناظم مدرسہ معمورہ دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
061-4511961

الغازی مشینری سٹور
ہمہ قسم چائنہ ڈیزل انجن، سپیئر پارٹس
تھوک و پرچون ارزاں نرخوں پر ہم سے طلب کریں
بلاک نمبر 9 کالج روڈ، ڈیرہ غازی خان 064-2462501

میمو اسکینڈل کے مختلف کردار اور قادیانی سازشیں

عبداللطیف خالد چیمہ

امریکی افواج کے سابق سربراہ ایڈمرل مائیک مولن کو مبینہ طور پر صدرِ مملکت کا وہ خط جو امریکہ میں سابق پاکستانی سفیر حسین حقانی نے منصور اعجاز تک پہنچایا وہ زبان زدِ خاص و عام ہے اور اس کے اثرات و مضمرات نے حکومتی ڈھانچے کو ہلا کر رکھ دیا ہے، جناب میاں نواز شریف کی جماعت اِس مسئلہ کو سپریم کورٹ میں لے گئی ہے، واقفانِ حال پر حقیقت منکشف ہو چکی ہے اور ہمارے خیال میں میمو اسکینڈل اپنا رنگ بہرصورت دکھا کر رہے گا اِس حوالے سے عسکری قیادت اور عدلیہ نے کسی مصلحت رعائت یا پردہ پوشی سے کام لیا یا پھر مفادات کی سیاست کی بھینٹ چڑھایا گیا تو ''ملکی سلامتی اور قومی مفادات'' کو ناقابل تلافی نقصان ہوگا۔ منصور اعجاز کے قادیانی عقیدے کو بے نقاب کرنے میں کسی ہچکچاہٹ سے کام لینا وطنِ عزیز کے لئے زہر قاتل ہے اور اس کو چھپانا نا قابلِ معافی جرم! ایوانِ صدر کو قادیانیوں یا قادیانی جماعت پر ''اعتماد'' کرتے ہوئے یہ ذھن میں رکھنا چاہیے تھا کہ قادیانی بھٹو مرحوم کے ہاتھوں غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جانے کے ۱۹۷۴ء کے پارلیمنٹ کے فیصلے کے بڑے زخم کو نہیں بھولے پیپلز پارٹی کو یاد رکھنا چاہیے کہ ان کے بانی بھٹو مرحوم نے اڈیالہ جیل میں کہا تھا کہ ''قادیانی پاکستان میں وہی حیثیت حاصل کرنا چاہتے ہیں جو یہودیوں کو امریکہ میں حاصل ہے'' اِس قضیے میں منصور اعجاز کے پارسائی کے دعوے جھوٹ ضرب جھوٹ ہیں اگر وہ اتنے ہی پارسا ہیں، تو اس کا حصہ کیوں بنے یہ سوال اُس وقت تک باقی رہے گا جب تک مصدقہ تفصیلات سامنے نہیں آجاتیں، بات بہت واضح ہے کہ منصور اعجاز کے ذریعے سے ہی امریکہ کو یہ پیغام دیا گیا کہ ہم آپ کے ساتھ ہیں، امریکی صورتحال سے بروقت فائدہ نہ اٹھا سکے یا پاکستانی فوج کے مقابل نہ آسکے جو وجوہ بھی ہوں، وہ میمو اسکینڈل کے بے نقاب ہونے اور پھر اس سے مناسب فائدہ اٹھانے کی ضروری ''تاک'' میں ہیں۔

ہمارے نزدیک منصور اعجاز اور حسین حقانی دونوں کا کردار انتہائی مشکوک بلکہ شرمناک بھی ہے۔ حسین حقانی شروع دن سے امریکی رابطے میں رہے، امریکی جرنیل جیمز جان نے حسین حقانی کی حمائت میں سپریم کورٹ آف پاکستان میں بیان حلفی جمع کرایا، حسین حقانی کو بچانے اور پھنسانے کے کھیل جاری ہیں، تقدیر کے سامنے تدبیر یا تدابیر کام نہیں کرتیں، عالمی سطح پر غیر معمولی سرگرمیاں جاری ہیں، حسین حقانی کتنی اہمیت کے حامل ہیں خود وزیر اعظم نے تسلیم کرلیا ہے، منصور اعجاز بظاہر میمو کو بے نقاب کر کے شاید فوج کو فیور کرنے کا تأثر قائم کرنے کی کوشش میں ہیں دوسری طرف عسکری اداروں کے خلاف الزام تراشیاں کر کے دراصل فوج کو کمزور اور ملکی دفاع کو کمزور تر بنانے کے سہ رُخے ایجنڈے کی تکمیل کے لئے سرگرمِ عمل ہیں۔

منصور اعجاز قادیانی تو حسین حقانی بدترین قادیانی نواز، حسین حقانی جن کی اٹھان مذہبی ماحول اور ماضی کی جولان گاہ

اسلامی جمعیت طلباء اور جماعت اسلامی رہی !.. لیکن وہ اپنی کتاب '' pakistan between mosque and military '' (پاکستان بیٹوین مسجد اینڈ ملٹری) اردو میں یہ کتاب ''فوج اور ملاؤں کے درمیان'' کے نام سے چھپی جس کا ترجمہ شفیق الرحمٰن میاں نے کیا اس کتاب پر ایک اسرائیلی آرگنائزیشن ''Smith Richardson Foundation'' نے حسین حقانی کو ایک لاکھ ڈالر انعام دیا اس کے حوالے کو مؤقر روزنامہ 'جنگ' لاہور نے ''حسین حقانی کی کتاب کے مندرجات میمو سے مماثل ہیں'' کے عنوان سے شائع کیا ہے جس میں درج ہے کہ ''حسین حقانی نے منصور اعجاز کو مبینہ طور پر جو میمو ڈکٹیٹ کرایا اس میں اُن کی کتاب ''مسجد اور ملٹری کے درمیان پاکستان'' کا عکس جھلکتا ہے اور امریکہ میں سابق سفیر میمو گیٹ کے تنازعے میں پھنسنے کے باوجود اس کتاب کے مندرجات کو فخریہ انداز میں قبول کرتے ہیں، حسین حقانی پاکستان کے ایٹمی پروگرام پر تنقید کرتے رہے ہیں بلکہ انہوں نے قیام پاکستان کو بھی جلد بازی میں رونما ہونے والا ایک واقعہ قرار دیا ہے جس کے مختلف پہلوؤں پر قوم کو غور کا موقع ہی نہیں دیا گیا۔مزید برآں حقانی اپنے ایک آرٹیکل میں احمدیوں کو مسلمانوں ہی کا ایک فرقہ قرار دیتے ہیں اور جب انہوں نے یہودیوں کی وکالت کی تو امریکہ میں تمام مسلمان برادری ان کے خلاف ہوگئی تھی اور اس سے حقانی کے مشن کے بارے میں لوگوں کے ذہنوں میں ابہام پیدا ہوا تھا''۔(روزنامہ 'جنگ' لاہور ۶ ردسمبر ۲۰۱۱ء صفحہ نمبر ۱)

بلاشبہ میمو ایک حقیقت ہے اور منصور اعجاز اور حسین حقانی دونوں اِس کے مرکزی مہرے ہیں اور ڈپلومیسی بلکہ ہپوکریسی کے تحت دونوں اپنی ترجیحات کے مطابق اینٹی اسلام، اینٹی پاکستان اور اینٹی فوج کردار کے حامل ہیں دونوں ملک وملت کے خلاف خطرناک حد سے بڑھی ہوئی خوفناک سازشوں میں مصروف ہیں وطن عزیز کے وسیع تر مفادات کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے دونوں کرداروں کو ان کے انجام تک پہنچانا از حد ضروری ہے اور میمو اسکینڈل سے متعلق خفیہ سازشوں اور سازشیوں کو بے نقاب کرنا وقت کی آواز ہے ورنہ پانی سر سے گزر جائے گا! ہم ملک کی مذہبی وسیاسی قیادت اور خصوصاً تحفظ ختم نبوت کے محاذ پر کام کرنے والی جماعتوں، اداروں اور شخصیات سے ہاتھ جوڑ کر درخواست کریں گے کہ صورتحال کا حقیقی ادارک کریں اور بغیر کسی مصلحت کے وطن عزیز کی نظریاتی وجغرافیائی سرحدوں کے دشمنوں اور ان کے اصل سرپرستوں کی قوم کو پہچان کرائیں، اس کرنٹ ایشو پر مزید بہت کچھ لکھنے کی ضرورت ہے اور احباب تقاضا بھی کررہے ہیں تاہم سردست ہم صورتحال کی مزید تفہیم کے لئے روزنامہ ''نئی بات'' لاہور میں اِس حوالے سے چھپنے والی ایک رپورٹ من وعن شائع کررہے ہیں:

> ''لاہور (انویسٹی گیشن سیل) میمو کیس کے کردار پاکستانی نژاد امریکی شہری منصور اعجاز کے پیچھے اصل ہاتھ اُس کی والدہ ڈاکٹر لبنیٰ رضیہ کا ہے۔ جسے پرویز مشرف کے دور میں مشیر وزارتِ سائنس وٹیکنالوجی بنانے کی تیاری کرلی گئی تھی۔ڈاکٹر لبنیٰ رضیہ کا والد اور سسر (منصور اعجاز کا نانا اور دادا) مرزا غلام قادیانی کے ۳۱۳ مقربین میں تھے۔وہ اپنے شوہر اور منصور اعجاز کے والد کے ساتھ بالواسطہ طور پر اٹامک انرجی کمیشن کے ساتھ منسلک رہ چکی ہے، اسی دوران وہ اور اُس کا شوہر امریکہ چلے گئے جہاں اُنہیں آہستہ آہستہ غیر معمولی اہمیت ملی۔ تو ڈاکٹر لبنیٰ رضیہ نے ۱۴ رنومبر ۱۹۹۵ء کو منصور اعجاز کے اعزاز میں ہونے والی ایک تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ یہ میری اطلاعات کی قوت تھی جس نے امریکی پالیسی سازوں

کے دروازے مجھ پر کھول دیے۔ ذرائع نے ”نئی بات“ کو بتایا کہ منصور اعجاز کے والدین کا براہِ راست قادیانی جماعت اور بالواسطہ اٹامک انرجی کمیشن سے منسلک ہونا ہی امریکہ میں اُن کے لیے غیر معمولی آسانیوں اور ترقی کے اسباب بن گئے۔ اس خاندان کی اہمیت کا امریکی پالیسی سازوں کو جونہی اندازہ ہوا اس کے بعد اس خاندان کے حالات بدلنے لگے۔ حالانکہ اُنہیں امریکہ پہنچ کر غربت اور فاقوں کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ لیکن بعد میں اس خاندان کے لیے امریکہ میں ہر طرح کے دروازے کھلتے چلے گئے۔ حتیٰ کہ ”واشنگٹن پوسٹ“ نے اپنی ایک اشاعت میں لکھا کہ منصور اعجاز قابلِ فخر امریکی ہے جس کے والدین نے پاکستان سے جوہری پروگرام کے حوالے سے معلومات فراہم کیں۔ ذرائع کے مطابق چند برسوں میں منصور اعجاز کے خاندان کے بدلنے والے حالات میں ایک اہم وجہ قادیانی جماعت کی اہم شخصیات کے ساتھ قرابت داری تھی۔ ڈاکٹر لبنیٰ کا والد نذیر حسین اور سُسر اسماعیل اعجاز دونوں ۳۱۳ میں شامل تھے۔ جبکہ بالواسطہ طور پر منصور اعجاز پاکستان کے قادیانی وزیرِ خارجہ آنجہانی ظفر اللہ خان کا بھی رشتہ دار ہے۔ ذرائع کے مطابق پاکستان اٹامک انرجی کمیشن کے اندر تک رسائی میں منصور اعجاز کے والدین، اساتذہ اور پرانے ہم جماعتوں نے ایسی اطلاعات تک پہنچنے میں بہت مدد کی جو بعد میں بہت قیمتی ثابت ہوئیں۔ ذرائع کے مطابق منصور اعجاز اور اس کی والدہ کے سابق وزیرِ اعظم ظفر اللہ جمالی اور سابق صدر سردار فاروق لغاری مرحوم کے ساتھ بھی تعلقات رہے۔ منصور اعجاز نے جون ۱۹۹۵ء میں اس وقت کی وزیرِ اعظم کو خط لکھا کہ ملٹری انٹیلی جنس کا سربراہ علی قلی خان بے نظیر حکومت کے خاتمے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس کے بعد منصور اعجاز کو بے نظیر بھٹو سے ملاقات کا موقع ملا جبکہ بے نظیر بھٹو نے علی قلی خان کو اپنا دشمن گردانا شروع کر دیا۔ ذرائع نے ”نئی بات“ کو بتایا کہ پرویز مشرف کے دور میں بھی اس اہم امریکی قادیانی خاندان کو کافی اہمیت حاصل رہی۔ منصور اعجاز اور اس کی والدہ کی خوب پذیرائی کی گئی۔ اسی دور میں منصور اعجاز نے حزب المجاہدین کے سربراہ سید صلاح الدین کے ساتھ رابطہ کیا۔ کشمیر سے متعلق ذرائع کے مطابق سید صلاح الدین کے ساتھ ملاقات میں بھی اصل کردار منصور اعجاز کی والدہ کا تھا۔ جس سے صاف لگتا تھا کہ منصور اعجاز پیچھے سوچنے سمجھنے والا دماغ اُس کی والدہ لبنیٰ رضیہ ہی تھی۔ مشرف دور میں ہی کو مشیر سرمایہ کاری بنانے کی کوشش ہوئی تاہم حساس ادارے آڑے آ گئے اور منصور اعجاز حکومتی مشیر نہ بن سکا۔ ذرائع کے مطابق مشرف دور میں ہی منصور اعجاز کی والدہ کو مشیر سائنس و ٹیکنالوجی مقرر کرنے کی تجویز کافی آگے بڑھ گئی لیکن ایک مرتبہ پھر پاکستان کے حساس ادارے رکاوٹ بن گئے۔ اگر لبنیٰ رضیہ مشرف دور میں مشیر بن جاتی تو NIST اور CIT جیسے ادارے بھی لبنیٰ رضیہ کی تحویل میں دیے جانے کی تجویز تھی۔ اسی طرح اسلام آباد کا پورا سیکٹر ۱۲/آئی بھی پورا سیلیکون سٹی کے حوالے کیے جانے کا ولی فیصلہ کیا جا چکا تھا۔ ذرائع کے مطابق ڈاکٹر لبنیٰ کو مشیر بنانے کی سمری ضبطِ تحریر میں بھی لائی جا چکی تھی تاہم بیل منڈھے نہ چڑھ سکی۔ ذرائع نے بتایا کہ قادیانی جماعت کے ساتھ ایسا قریبی تعلق رکھنے کی وجہ سے لبنیٰ رضیہ اپنے بیٹے منصور اعجاز کو ایسے مختلف ایشوز میں کردار ادا کرنے پر مائل رکھتی ہے جو پاکستان میں تنازعات کا ذریعہ بن سکیں اور تقریباً ہر نئی کہانی کے پیچھے اسی لبنیٰ رضیہ کا کردار موجود ہوتا ہے۔“ (روزنامہ ”نئی بات“ لاہور ۲۲/دسمبر ۲۰۱۱ء صفحہ نمبر ۱)

☆☆☆

میمو گیٹ سکینڈل کے کردار اور ان کی اصلیت

عبدالجبار ناصر

صدر پاکستان کی علالت، میمو گیٹ اسکینڈل، نیٹو وامریکی حملوں اور پاکستانی نژاد امریکی شہری منصور اعجاز کے آئے روز نئے انکشافات نے پاکستانی سیاست، حکومت، قومی سلامتی کے اداروں اور اعلیٰ عدلیہ سمیت تقریباً تمام شعبہ ہائے زندگی میں ہر طرف ہلچل مچادی ہے۔ جن کے منفی اثرات اب پورے جنوبی ایشیاء میں ظاہر ہونے لگے ہیں۔ لیکن پاکستان میں میمو گیٹ اسکینڈل کے بعد صدر آصف علی زرداری کی پراسرار علالت اور منصور اعجاز کے حکومت کے بعد آئی۔ ایس آئی کے سربراہ جنرل شجاع پاشا کی جانب سے حکومت یا صدر کی تبدیلی کے منصوبے کے حالیہ انکشاف نے اداروں کے درمیان ٹکراؤ کی کیفیت پیدا کردی ہے۔ میمو گیٹ اسکینڈل کے معاملے کو مسلم لیگ (ن) کے قائد میاں محمد نواز شریف عدالت عظمیٰ تک لے گئے اور عدالت کے ابتدائی احکام کے بعد اب چیف آف آرمی اسٹاف جنرل اشفاق پرویز کیانی، آئی ایس آئی کے سربراہ جنرل شجاع پاشا، پاکستانی نژاد امریکی شہری منصور اعجاز، امریکا میں پاکستان کے سابق سفیر حسین حقانی اور حکومت کی جانب سے عدالت میں جوابات داخل کرانے کے بعد جہاں صورت حال کسی حد تک واضح ہوئی ہے۔ وہیں اب اداروں کے درمیان ٹکراؤ کا امکان بھی بڑھ گیا ہے۔ تاہم اب عدالت عالیہ ہی نے فیصلہ کرنا ہے کہ میمو کی حقیقت کیا ہے اور اصل ذمہ دار کون ہیں لیکن بیشتر مبصرین اس بات پر متفق ہیں کہ پاکستانی سیاست کے مستقبل کے فیصلے میں میمو گیٹ اسکینڈل، بون کانفرنس اور ۲۶ / نومبر ۲۰۱۱ء کو مہمند ایجنسی کی سلالہ چیک پوسٹ پر امریکی اور نیٹو افواج کی دہشت گردی بہت اہم کردار ادا کرے گی۔ اس حوالے سے صدر کی پراسرار علالت اور ان کی وطن واپسی کے حوالے سے متضاد اطلاعات کے بھی کئی اہم سوالات پیدا ہوئے ہیں۔ مجموعی طور پر ان تمام ابہام، تنازعات، خدشات، تحفظات اور سوالات کی اصل وجہ میمو گیٹ اسکینڈل کو ہی قرار دیا جارہا ہے۔ اس لیے ہم اس مضمون میں میمو گیٹ اسکینڈل کے بنیادی کرداروں کے حوالے سے ذکر کریں گے۔ اب تک میمو گیٹ اسکینڈل کے چار بنیادی کردار منظر عام پر آچکے ہیں، جن میں سے ہر ایک کے ماضی کو ترتیب سے پرکھنا ضروری ہے تاکہ اصل مقصد قارئین کے سامنے آسکے۔

پہلا کردار پاکستانی نژاد امریکی شہری منصور اعجاز۔ دوسرا کردار امریکا میں پاکستان کے سابق سفیر حسین حقانی۔ تیسرا کردار امریکی صدر بارک اوباما کے قومی سلامتی کے سابق سینئر مشیر جیمز ایل جونز اور چوتھا کردار امریکا فوج کے سابق سربراہ مائیک مولن ہے۔ آخر الذکر تینوں کرداروں سے پوری قوم اور باہر کی دنیا کے بیشتر لوگ باخبر ہیں لیکن اوّل الذکر کے حوالے سے بہت ساری چیزیں دنیا کی نظروں سے اوجھل ہیں۔ حالانکہ منصور اعجاز نامی یہ کردار گزشتہ ۳۰ سال سے پاکستانی اور عالمی معاملات میں نمایاں ہے۔ اس لیے سب سے پہلے آج ہم اسی کردار کا جائزہ لیں گے۔ مصور منصور اعجاز (پورا نام) کے والدین کا اگرچہ تعلق پاکستان کے صوبہ پنجاب کے شہر لاہور سے ہے، جبکہ اس کی پیدائش امریکی ریاست فلوریڈا میں ۱۹۶۱ء میں

ہوئی۔ عملی زندگی کے آغاز کے ساتھ ہی یہ شخص ہمیشہ پراسرار کردار کا حامل رہا ہے۔ ابتدائی اور اعلیٰ تعلیم امریکا میں ہی حاصل کی اور پھر اپنے آپ کو کاروبار، میڈیا سے منسلک رکھا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ یورپ کے بڑے نشریاتی اشاعتی اداروں تجزیوں اور مضامین ذریعے اپنے خیالات پیش کرتا رہا۔ جن میں اس کا اصل ہدف اسلام، مسلمان، پاکستان اور پیپلز پارٹی رہے ہیں۔ سازشی ذہن، چرب زبان اور بے تکلف ہونے کی وجہ سے مشینری جذبات کے ساتھ اپنے سفر پر طے کرتا رہا اور بہت کم وقت میں امریکا کے اعلیٰ حکام تک رسائی حاصل کی جو اس کے مقصد کا بنیادی حصہ تھا۔ منصور اعجاز امریکی لہجے میں زبان ٹیڑھی کر کے انگلش میں بات کرتے ہوئے کبھی کبھی اس میں پنجابی کی پیوند بھی لگاتے ہیں لیکن اردو کو وہ چھوتے تک نہیں ہیں۔

منصور اعجاز کا کردار ہمیشہ پراسرار رہا۔ اگر چہ انھوں نے شروع میں اپنے آپ کو کاروبار سے منسلک رکھنے کی کوشش کی لیکن پھر امریکی خفیہ ادارے کے سابق ڈائریکٹر جیمز وزلے کے ساتھ کام کرنا شروع کیا۔ ۱۹۹۰ء میں انھوں نے کریسنٹ مینجمنٹ انویسٹمنٹ کے نام سے کمپنی قائم کی جس کے یہ بانی چیئرمین بھی رہے۔ ایک سابق امریکی جنرل جیمز ایلن ابراہامسن بھی ان کے شریک رہے۔ منصور اعجاز کے والد ڈاکٹر مجدد احمد اعجاز دراصل ایٹمی سائنسدان تھے جنھوں نے امریکی ایٹمی ہتھیاروں کی تیاری اور ڈیزائننگ میں نمایاں کردار ادا کیا۔ جبکہ بعض ذرائع کا کہنا ہے کہ پاکستانی سائنسدان ڈاکٹر عبدالسلام ہی ڈاکٹر مجدد احمد اعجاز کو امریکا تک پہنچانا اور ان کو امریکی شہریت دلوانے میں ان کے قریبی رشتہ دار (کزن) ڈاکٹر عبدالسلام نے اہم کردار ادا کیا۔ بعدازاں پاکستان واپس آئے مگر ےستمبر ۱۹۷۴ء کو پاکستانی آئین میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دئے جانے اور ۱۹۸۴ء میں صدر جنرل ضیاء الحق کی جانب سے امتناع قادیانیت آرڈیننس کے اجراء کے بعد واپس چلے گئے پھر ان کا اور ان کے ساتھیوں کا پاکستان دشمنی زندگی کا واحد مقصد رہا۔

منصور اعجاز بظاہر تو اپنے آپ کو پاکستان کا ہمدرد ظاہر کرنے کی کوشش کرتا ہے، لیکن عملاً وہ پاکستان سے دشمنی کی حد تک نفرت کرتا ہے۔ اسی لیے وہ ہر اس آدمی کے ساتھ ملتا ہے جو پاکستان یا مسلمانوں کے خلاف کسی بھی محاذ پر سرگرم عمل ہو۔ منصور اعجاز نے سوڈان سے شیخ اسامہ بن لادن کی بے دخلی اور افغانستان میں ان کی آمد پر بھی امریکی ایجنٹ کا کردار ادا کیا جبکہ سابق عراقی صدر صدام حسین کا تعلق القاعدہ سے جوڑ کر ان کے خلاف مہم چلانے میں بھی پیش پیش رہا۔ منصور اعجاز ہمیشہ امریکی مفادات کا نہ صرف تحفظ کرتے رہا بلکہ ان مفادات کی تکمیل کے لیے وہ کسی بھی حد تک جانے کے لیے تیار رہا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ انھوں نے یکم اور دو مئی ۲۰۱۱ء کے درمیان ایبٹ آباد میں امریکی دہشت گردی کے بعد پاکستانی فوج اور آئی ایس آئی پر سنگین الزام عائد کرتے ہوئے فوکس نیوز میں واضح طور پر کہا تھا کہ امریکی حکومت کو اپنی مرضی کے مطابق سخت کارروائی کرنی چاہیے اور اس طرح کے اور بھی کئی لوگ یہاں پر چھپے ہوں گے۔ ان (پاکستانیوں) پر اعتبار نہ کیا جائے۔ اس تجزیے میں پاکستان دشمنی کی بدبو آرہی تھی۔ منصور اعجاز کے ایک پیغام کے مطابق ۱۹۹۶ء میں بینظیر بھٹو کی حکومت کو گرانے میں ان کا کردار رہا ہے۔ کیوں کہ وہ ۱۹۹۵ء میں بے نظیر بھٹو کے دوسرے دور حکومت میں اسرائیل کو تسلیم کرانے کے لیے کافی سرگرم رہے اور ناکامی پر سازش پر اتر آئے۔ اور نواز شریف کے دوسرے دور حکومت میں ایک مرتبہ پھر اسرائیل کو تسلیم کرانے کے لیے کافی سرگرم ہو گئے۔ اور پیپلز پارٹی والے دعویٰ کرتے ہیں کہ ۱۰ اکتوبر ۱۹۹۹ء کو لیگی رہنما اور اس وقت کے وزیر خارجہ سرتاج عزیز کی رہائش گاہ پر لیگیوں سے ملاقات بھی کی، جو نتیجہ خیز ثابت نہیں ہوئی۔ جبکہ سرتاج

عزیز اس ملاقات سے انکاری ہیں۔ تاہم ستمبر ۱۹۹۹ء میں دورۂ امریکا کے موقع پر ایک ملاقات کی تصدیق کر رہے ہیں۔ منصور اعجاز کے دعوے کے مطابق وہ حسین حقانی کے ساتھ مل کر پاکستانی ایٹم بم کے حوالے سے مشترکہ مضامین بھی لکھ چکے ہیں۔ ایک مضمون میں تو پاکستانی ایٹم بم کے حوالے سے زہر اگلا گیا ہے۔ اس مضمون کو منصور اعجاز نے حسین حقانی کے ساتھ پرانے تعلقات کے ثبوت کے طور پر عدالت میں جمع بھی کرایا ہے۔ منصور اعجاز اپنے آپ کو معروف افریقی رہنما نیلسن منڈیلا کا مشیر بھی ظاہر کرتے رہے ہیں۔ تاہم اس سب کے باوجود منصور اعجاز کو نہ صرف پاکستان اور دنیا کے دیگر ممالک بلکہ امریکا میں بھی پراسرار اور مشکوک سمجھا جاتا ہے۔ تاہم امریکی ادارے بھی منصور اعجاز کو اسی وقت استعمال کرتے ہیں جب مسلمانوں یا پاکستان کے خلاف کوئی سازش تیار کرنی ہو۔

منصور اعجاز کو جاننے والوں کا کہنا ہے کہ یہ شخص انتہائی چالاک اور مہلک ہے۔ اپنے شکار کو جال میں پھنسانے کے لیے نت نئے حربے استعمال کرتا ہے اور جب اپنا مطلب اور مفاد پورا ہوتا ہے تو اٹھا کر پھینک دیتا ہے۔ اس کے سامنے دوستی اور یاری ذاتی مفادات کا نام ہے۔ منصور اعجاز کے حوالے سے کہا جاتا ہے کہ وہ فلسطین کے حوالے سے بھی کردار ادا کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ لیکن شاید اس بات کا علم بہت کم لوگوں کو علم ہوگا کہ منصور اعجاز آج بھی اپنی اسرائیلی بیوی کے ساتھ مناکو میں رہ رہے ہیں۔ جس کی تصدیق حسین حقانی نے ۳؍ دسمبر ۲۰۱۱ء کو ایک ٹی وی پروگرام میں بھی کی۔ منصور اعجاز کا کردار صرف یہی تک محدود نہیں رہا بلکہ انھوں نے ۲۰۰۱ء سے ۲۰۰۲ء تک تنازع کشمیر میں بھی اپنا کردار ادا کرنے کے نام پر کشمیریوں کو تقسیم کرنے کی سازش کی، لیکن یہ سازش جلد ناکامی سے دوچار ہوئی۔ منصور اعجاز نے اپنے آپ کو امریکی صدر بل کلنٹن کے بااعتماد ساتھی کے طور پر پیش کیا اور بھارتی حکومت کو اپنے جال میں اس طرح پھنسایا کہ انہیں ویزے کے بغیر بھی دہلی اور سری نگر کے سفر کی اجازت دی گئی، جس کو منصور اعجاز کشمیر کو حل کرنے کا منصوبہ قرار دے رہے ہیں، جس کی تصدیق ۲۸؍ اکتوبر ۲۰۱۱ء کو حسین حقانی نے بھی کی۔

نومبر ۲۰۰۰ء میں بھارت کے دارالحکومت دہلی کے ایک بڑے ہوٹل میں کشمیر کانفرنس کا اہتمام کیا گیا۔ جس کا بنیادی مقصد مسلمانوں کے مسائل کو اجاگر کرنا بتایا گیا تھا۔ لیکن اس کانفرنس میں منصور اعجاز الٹا مسلمانوں اور عربوں پر ہی برس پڑے اور دل کھول کر مسلمانوں اور عربوں کے خلاف ہرزہ سرائی کی۔ جس پر بیشتر مسلمان بالخصوص کشمیری رہنما شدید ناراض ہوئے۔ معروف کشمیری رہنما یاسین ملک نے منصور اعجاز کے خیالات پر شدید افسوس اور ناراضی کا اظہار کیا۔ جس پر منصور اعجاز نے نہ صرف ان سے معافی مانگی بلکہ انہیں دعوت دے کر اپنے کمرے میں بلایا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ اس سازشی نے اس موقع کو بھی اپنے مفاد اور کشمیریوں کے خلاف استعمال کرنے کی ایک بہت بڑی سازش تیار کی۔ یاسین ملک کی آمد سے قبل اس کمرے میں ایک فرد موجود تھا۔ یہ فرد بھارتی خفیہ ایجنسی ''ریسرچ اینڈ انالسس ونگ (را)'' امور کشمیر کے انچارج چندر دیو سہائے تھے، جن کو یاسین ملک نہیں جانتے تھے۔ مختصر گفتگو کے بعد یاسین ملک اٹھ کر تو چلے گئے لیکن اس کے بعد منصور اعجاز نے یاسین ملک اور را کے سربراہ کی ملاقات کی خبر افشاں کی۔ جس سے یاسین ملک کی شخصیت اور ان کی جدوجہد کو سخت دھچکا لگا۔ لبریشن فرنٹ کے سربراہ یہ بات تو تسلیم کرتے ہیں کہ منصور اعجاز کے کمرے میں ایک شخص موجود تھا جسے وہ نہیں جانتے تھے اور نہ ہی اس کا تعارف کرایا گیا۔ یاسین ملک نے مجبوراً اس حد تک اعلان کیا کہ اگر ''را'' کے سربراہ کے طور پر کسی شخص سے میری ملاقات کی تصدیق ہو جائے تو میں اپنی سیاسی زندگی چھوڑ دوں گا۔

دراصل مسلمانوں اور پاکستان کے خلاف سازش منصور اعجاز کا پہلا اور آخری مقصد رہا ہے۔ جس کی کامیابی کے لیے وہ ہر عمل کر گزرنے کے لیے ہمہ وقت تیار رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہائٹ ہاؤس اور اعلیٰ امریکی حکام تک رسائی کے لیے منصور اعجاز نے سی آئی اے کے سابق ڈائریکٹر جیمز وزلے کا بھرپور سہارا لیا۔ جن کو اس نے اپنے شیشے میں اتار لیا تھا اور یہ دونوں کاروبار میں شرکت دار بھی تھے۔ سی آئی اے کے یہ سابق ڈائریکٹر مسلمان نظریات کے سخت مخالف اور کٹر اسرائیل نواز سمجھے جاتے ہیں۔ عہدے سے الگ ہونے کے بعد انہوں نے اپنے تجزیوں، مضامین اور دیگر ذرائع سے اپنے خیالات کا اظہار بھی کیا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کا پورا رنگ منصور اعجاز میں تھا۔

نومبر ۲۰۰۰ء کی کشمیر کانفرنس میں منصور اعجاز نے دعویٰ کیا کہ وہ تنازع کشمیر کے حل کے حوالے سے روڈ میپ تیار کر رہے ہیں۔ جبکہ مختلف ذرائع سے حاصل کردہ اعداد وشمار کے مطابق منصور اعجاز نے ۲۰۰۱ء میں کشمیر کو تین حصوں میں تقسیم کرنے کے لیے ایک منصوبہ بھارت کو پیش کیا۔ اس زمانے میں بھارت میں ''این ڈی اے'' کی حکومت تھی اور اٹل بہاری واجپائی بھارتی وزیر اعظم تھے۔ شدید مسلم مخالف ہونے کے باوجود کشمیر کے حوالے سے منصور اعجاز کے منصوبے کے حامی نظر آئے۔ منصور اعجاز کے روڈ میپ کے مطابق ریاست جموں وکشمیر کی وحدت کو تین حصوں میں تقسیم کرنا تھا۔ پہلا حصہ جموں ولداخ جو بھارت کو ملنا تھا۔ دوسرا حصہ آزاد کشمیر اور گلگت بلتستان جو بعض ترامیم کے ساتھ پاکستان کو ملنے تھے۔ جبکہ تیسرا حصہ وادی کا تھا جس کو ایک خودمختار الگ ریاست طور پر پیش کیا گیا۔ اس منصوبے میں بھارت فائدے میں تھا کیونکہ اس کا مقصد پورا ہو رہا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ثالثی قبول نہ کرنے دعویدار بھارت نے بھی اپنا دیکھ کر امریکی صدر کلنٹن کے اس رفیق خاص اور ایک پاکستانی نژاد تاجر کے منصوبے اور ثالثی کو قبول کیا۔ مختلف ذرائع سے حاصل کردہ معلومات کے مطابق منصور اعجاز نے اپنے پاکستان اور کشمیر دشمن منصوبے کی تکمیل کے لیے مجاہدین کشمیر کو استعمال کرنے کی کوشش کی اور یک طرفہ جنگ بندی کا ایک فارمولا پیش کیا۔ جس میں مسٹر اعجاز کو ''را'' کے امور کشمیر کے انچارج چندر دیو سہائے'' کی حمایت بھی حاصل تھی اور تمام کام ان کی مشاورت سے ہو رہے تھے۔ منصوبے پر عمل کے لیے کشمیری مجاہدین کی سب سے مضبوط اور منظم تنظیم حزب المجاہدین کے چیف آپریشن کمانڈر عبدالمجید ڈار کا انتخاب کیا گیا۔ جن کو پہلے آزاد کشمیر سے غائب کروایا۔ پھر کراچی سے دبئی وہاں سے دہلی پھر اچانک سری نگر پہنچا کر اپنی ہائی کمان کی مشاورت کے بغیر یک طرفہ طور پر مشروط جنگ بندی کا اعلان کروایا گیا۔ اس جنگ بندی نے کشمیر میں آزادی کی جدوجہد کی پیٹ پر چھرے کا کام کیا۔ اور اس بات کا خدشہ پیدا ہو گیا تھا کہ کہیں بڑے پیمانے پر مجاہدین کے اندر اختلافات پیدا نہ ہوں۔ تاہم حزب المجاہدین کے سربراہ سید صلاح الدین جیسی دور اندیش اور باصلاحیت قیادت اور دیگر مجاہدین کی موقع شناسی نے کسی بڑے سانحہ سے قبل ہی صورتحال کو کنٹرول کیا۔ لیکن اس کا اتنا خطرناک اثر ہوا کہ کئی لوگ مجاہدین کی سرگرمیوں سے بددل ہوئے اور انہوں نے کشمیر کے اندر عسکری جدوجہد کی بجائے سیاسی جدوجہد کی طرف اپنے آپ کو گامزن کر لیا۔

اگرچہ یہ جنگ بندی محدود وقت تک ہی برقرار رہ سکی۔ لیکن کشمیر کے حوالے سے ٹرننگ پوائنٹ ثابت ہوئی۔ بعد ازاں سید صلاح الدین نے جنگ بندی کو ختم کر دیا۔ لیکن منصور اعجاز کے مطابق وہ اس تسلسل کو برقرار رکھنے کے لیے متعدد مرتبہ سید صلاح الدین سے ملاقات بھی کر چکے تھے۔ جبکہ سید صلاح الدین نے اس بات کی تصدیق کی تھی کہ دو مرتبہ ان سے ملاقات ہوئی ہے۔ ایک اس وقت جب وہ جنگ بندی کے خاتمے کا اعلان ایک روز قبل ہی کر چکے تھے۔ منصور اعجاز مبینہ طور پر

آئی ایس آئی کے ذمہ دار خالد خواجہ کے ہمراہ ملاقات کے لیے آئے اور ان کی خواہش تھی کہ جنگ بندی کا خاتمہ نہ کیا جائے جبکہ دوسری مرتبہ منصور اعجاز اپنی والدہ کے ہمراہ مظفر آباد میں ملنے آئے۔ منصور اعجاز اور ان کی ماں کی کوشش تھی کہ جنگ بندی کو نہ ختم کیا جائے، لیکن ایسا کرنے سے میں نے انکار کیا۔ انھوں نے جنگ بندی کو نہ ختم کرنے کے لیے لالچ دیا اور کہا کہ امریکا اس حوالے سے آپ کو بڑا فائدہ پہنچانا چاہتا ہے اور امریکا کی جانب سے ملنے والا اقتصادی فائدہ کشمیریوں کی فلاح و بہبود کے لیے آپ کی ہی مرضی سے استعمال ہوگا اور امریکی صدر بل کلنٹن سے بہتر تعلقات کے ثبوت کے طور پر جیب سے ایک تصویر نکال کر دکھادی، جس میں وہ امریکی صدر کے اہل خانہ کے ہمراہ تھے۔ بیٹے کی طرح ماں بھی لالچ کو قبول کرنے پر زور دے رہی تھیں۔ سید صلاح الدین کے مطابق اس نے اصرار کیا کہ جنگ بندی کو جاری رکھیں۔ لیکن ہم نے واضح کر دیا تھا کہ ہندوستان کی طرف سے اس جنگ بندی کی شرائط پوری نہیں کی گئیں اور انھیں مثبت ردعمل نہیں آیا۔ لہٰذا اب جنگ بندی کا خاتمہ ضروری ہے۔ لیکن منصور اعجاز پھر بھی اصرار کرتا رہا اور مجبوراً پھر مجھے سخت لہجہ اختیار کرنا پڑا کہ اب اگر آپ نے مزید بات کی تو حالات کی سنگینی کے ذمہ دار آپ خود ہوں گے۔ اس کے بعد اس شخص نے پھر کبھی ملنے کی کوشش نہ کی۔ مبصرین کا کہنا ہے کہ اگر سید صلاح الدین دانش مندی کا ثبوت نہ دیتے تو کشمیر کاز کو ناقابل تلافی نقصان پہنچ سکتا تھا۔

دراصل منصور اعجاز کا روڈ میپ (کشمیر امن منصوبہ) خطے میں ایک نئے اسرائیل کا قیام تھا۔ نظریاتی طور پر ان کے روحانی آباء گزشتہ ایک صدی سے اس کے لیے کوشاں ہیں۔ مرزا بشیر الدین اور دیگر کا کردار اور سرگرمیوں کی تاریخ گواہ ہے۔ یہ گروہ وادی کشمیر پر عالمی قوتوں کی مدد سے اس طرح قابض ہونا چاہ رہا تھا، جس طرح یہودیوں نے عالمی سامراج کی مدد سے فلسطین پر قبضہ کیا ہے۔ کشمیر پر قبضے کی پہلی کوشش مرزا بشیر الدین نے اس وقت کی تھی جب انہیں پہلی کشمیر کمیٹی کا سربراہ بنایا گیا۔ جس کی آڑ میں مرزا بشیر نے قادیانیت کی تبلیغ شروع کر دی اور مجلس احرار کے پلیٹ فارم سے مسلمان مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کی قیادت میں متحرک ہوئے اور کشمیر چلو کی تحریک شروع کی تھی۔ جس کے بعد مرزا بشیر الدین کو کمیٹی سے مستعفی ہونا پڑا اور علامہ محمد اقبال کمیٹی کے سربراہ بنیں۔ منصور اعجاز ہو یا مرزا منصور آج بھی کشمیر پر ان کی نظریں لگی ہوئی ہیں۔

۱۹۹۳ء اور ۱۹۹۶ء میں بھی منصور اعجاز کا نام سنا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ ۱۹۹۳ء میں نواز شریف کو بھی منصور اعجاز نے اپنے جال پھنسانے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوسکا۔ لیکن ۱۹۹۶ء بینظیر بھٹو کی حکومت گرانے میں اس شخص کا کردار بھی تھا۔ جس کی انھوں نے خود تصدیق بھی کی۔ نواز شریف کے دوسرے دور حکومت میں بھی اس شخص نے سازش کرنے کی کوشش کی لیکن اس بار بھی کامیاب نہ ہوا۔ منصور اعجاز کا دعویٰ ہے کہ ۱۹۹۹ء میں کارگل واقعہ کے بعد انھوں نے اپنا بھرپور کردار ادا کیا ہے، جو ایک مفروضہ ہے۔ کارگل جنگ بندی کی حقیقت کچھ اور ہے۔ جس سے میاں نواز شریف سمیت کئی لوگ واقف ہیں اور معلوم نہیں کہ خاموشی کیوں اختیار کی ہوئی ہے۔ باوثوق ذرائع کے مطابق سابق فوجی آمر پرویز مشرف کی غفلت سے اگلے محاذوں پر لڑنے والے فوجی شدید مشکلات اور مسائل سے دوچار تھے کہ جون ۱۹۹۹ء میں محاذ جنگ سے ہی کسی اہم ذمہ دار نے اس وقت کی حکومت کے نام خط لکھا کہ اور کہا کہ ''مکے لہرانے اور اعلانات کرنے کے بجائے کوئی عملی اقدام کریں ورنہ آئندہ چند روز تمہارے لیے بہت مشکل ہوں گے اور دشمن آگے بڑھ رہا ہے اس کو روکنے کا انتظام کرو۔ اگر ملک کی سرحدوں کو بچانا چاہتے ہو

تو کوئی بچت کی راہ نکالو'۔ حقیقت کا انکشاف ہوتے ہی اس وقت کے وزیراعظم میاں محمد نواز شریف اور حکومت کے ہوش ٹھکانے آ گئے اور مجبوراً نواز شریف اور ان کے ساتھیوں کو صدر کلنٹن سے اپنی یاری کا سہارا لیتے ہوئے واشنگٹن پہنچنا پڑا۔ کاش! اس واقعے کے بعد نواز شریف انکوائری کمیشن قائم کرتے اور حقیقت قوم کے سامنے آ جاتی کہ وطن کے ساتھ غداری کس نے اور کیوں کی؟ کچھ ذرائع کا دعویٰ ہے منصور اعجاز نے نائن الیون سے قبل اور بعد میں طالبان بالخصوص ملا عمر سے رابطے کرنے کی کوشش کی مگر کامیابی نہ ہو سکی۔ اس حوالے سے رابطہ کار کے طور پر خالد خواجہ نام بھی لیا جاتا ہے۔ اس ضمن میں اسلام آباد میں ایک کانفرنس کی باز گشت بھی سنائی دیتی ہے۔ جبکہ خالد خواجہ کی موت کا ایک بڑا سبب بھی منصور اعجاز سے مبینہ روابط بتائے جاتے ہیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پاکستانی نژاد ہوتے ہوئے بھی، منصور اعجاز آخر ہر پاکستان دشمن منصوبے میں ہراول دستے کا کردار ادا کرنے کے لیے فوراً تیار کیوں ہوتا ہے؟ اس کے اسباب اور مقاصد کیا ہیں؟ منصور اعجاز ہمیشہ پاکستان اور مسلمانوں میں عدم استحکام کیوں دیکھنا چاہتا ہے؟ ان تمام سوالات کا ایک ہی جواب ہے کہ منصور اعجاز اور اس قبیل سے تعلق رکھنے والے لوگوں کو ۱۹۷۴ء میں پاکستانی آئین میں کی گئی ترامیم ''جس کے تحت قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا'' اور ۱۹۸۴ء کا امتناع قادیانیت آرڈیننس کا اجرا سخت ناپسند ہے۔ منصور اعجاز کا بھی اسی اقلیتی فرقے سے تعلق ہے۔ اس کے والد ڈاکٹر مجدد احمد اعجاز پاکستان اور امریکا میں اپنے گروہ کے لیے کافی سرگرم رہے۔ جبکہ مصور منصور اعجاز کے دادا مرزا غلام احمد قادیانی کے قریبی عزیز اور قادیانی گروہ کے ابتدائی ۳۱۳ افراد میں سے ایک تھے۔ اس کے روحانی پیشوا کی آخری خواہش اکھنڈ بھارت تھی۔ جس کی تکمیل کے لیے منصور اعجاز ہو یا مرزا منصور سب کوشاں ہیں۔ مرزا طاہر نے ۱۹۸۴ء میں امتناع قادیانیت صدارتی آرڈیننس کے اجرا کے بعد واضح طور پر کہا تھا کہ احمدیوں کی بددعا سے پاکستان ٹکڑے ٹکڑے ہو گا۔ منصور اعجاز اور ان کے دیگر ساتھی اس بددعا کی قبولیت کے لیے کوشاں ہیں اور اسی بنیاد پر اب وہ اپنی نفرت کے اظہار کے لیے ہمیشہ پاکستان کے خلاف سازشیں کرتے ہیں۔ اور آئینی ترمیم میں بنیادی کردار ادا کرنے پر علماء، عام مسلمانوں، مسلح افواج، ذوالفقار علی بھٹو، جنرل محمد ضیاء الحق اور پیپلز پارٹی سے انتہائی نفرت مذہبی فریضے کے طور پر کرتے ہیں۔ منصور اعجاز امریکا بالخصوص امریکی ایوانوں میں اپنے آپ کو ایک مسلمان کے طور پر پیش کرتا ہے۔ مگر اپنی تمام توانائیاں ہمیشہ امریکا، اسرائیل، بھارت اور ہر اسلام اور پاکستان دشمن کے مفاد کے لیے صرف کرتا ہے۔ امریکی اداروں اور اعلیٰ افراد تک رسائی کی وجہ سے یہ شخص لوگوں اور حکومتوں کو بلیک میل کرنے میں بڑی مہارت رکھتا ہے اور شکار کو مہارت کے ساتھ غیر محسوس طریقے سے اپنے جال میں پھنساتا ہے اور شاید کچھ ایسا ہی اس بار بھی پیپلز پارٹی کے ساتھ بھی ہوا ہے۔

میموگیٹ اسکینڈل کا دوسرا کردار حسین حقانی ہیں جو امریکا میں پاکستانی سفیر تھے۔ کراچی کے علاقے ملیر میں رہنے والا یہ شخص ۱۹۵۶ء میں ایک متوسط اور دینی گھرانے میں پیدا ہوا۔ اپنی تعلیم کے ساتھ ساتھ غیر نصابی سرگرمیوں میں بھرپور حصہ لیا، پہلے اسلامی جمعیت طلبہ کے اعلیٰ عہدے تک پہنچا۔ پھر جامعہ کراچی میں طلبہ یونین کی صدارت حاصل کی۔ بعد ازاں ۱۹۸۸ء میں آئی جے آئی کے قیام کے ساتھ ہی اس سے منسلک ہوا۔ ۱۹۹۰ء میں نواز شریف کے میڈیا کوآرڈینیٹر اور بعد ازاں سری لنکا میں سفیر کے طور پر کام کرتے رہا۔ ان کا شمار پاک فوج کے سخت ناقدین میں ہوتا ہے اس حوالے سے ان کی کتاب گواہ ہے۔ حسین حقانی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ بھی بہت تیزی کے ساتھ کسی اعلیٰ منزل تک پہنچنے کیلیے کچھ بھی کر گزرنے والی

شخصیت ہے۔ شاید ان کے اسی جذبات کا فائدہ منصور اعجاز نے اٹھایا اور انہیں جال میں پھنسا دیا اور اب جان پر آئی ہے۔

میمو گیٹ کا تیسرا کردار ہے ٦٨ سالہ امریکی جنرل جیمز ایل جونز ہے جو صدر اوباما کے قومی سلامتی کے سابق سینئر مشیر ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ صدر اوباما نے اقتدار سنبھالنے کے بعد جیمز ایل جونز کا انتخاب اس لیے کیا تھا کہ اوباما کے نام کے ساتھ حسین کا لفظ تھا جس سے مسلمانوں کی طرف نسبت جاتی تھی اور اس حوالے سے کسی بھی ردعمل سے بچنے کے لیے بارک اوباما نے اپنے قرب و جوار اور اہم عہدوں پر ان لوگوں کو تعینات کیا جن کو اسرائیل نواز یا مسلمان مخالف تصور کیا جاتا تھا۔ جیمز ایل جونز کا شمار بھی انہیں میں ہوتا ہے اور وہ وائٹ ہاؤس میں بااثر بھی تصور کئے جاتے ہیں، اس لیے ڈاکیہ کے طور پر منصور اعجاز نے جیمز ایل جونز کا استعمال کیا۔ چوتھا کردار امریکی فوج کے میمو لکھنے کے وقت کے سربراہ ٦٥ سالہ ایڈمرل مائیک مولن ہے۔ ایڈمرل مائیک مولن بھی پاکستان اور مسلمان مخالف سمجھے جاتے ہیں۔ ان کی پاکستان دشمنی سے کون واقف نہیں، انہوں نے تو جاتے جاتے اپنی ریٹائرمنٹ سے ایک روز قبل حال ہی میں پاکستان پر سنگین الزام تراشی کی اور دونوں ملکوں کے مابین خلیج کو مزید وسیع کر دیا ان کا شمار بھی اسرائیل نوازوں میں ہوتا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مبینہ طور پر حسین حقانی نے آخر اس میمو کیلیے مصور منصور اعجاز کا ہی انتخاب کیوں کیا؟۔ دراصل جب یہ شخص سامنے آتا ہے تو اپنے آپ کو پاکستانی کہلاتا اور ہمدردی جتاتا ہے، اپنے مذہبی پیشوا کی طرح بہت جھوٹ بولتا ہے اور اپنے جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کے لیے اس میں کچھ سچ کی آمیزش بھی کرتا ہے، اس کی جھوٹ آرائی کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ اس کی گفتگو سے تو بعض اوقات ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ساری دنیا کا اصل ڈان یہی شخص ہے، اسی مہارت کی بنیاد پر کسی بھی شخص کو اپنے جال میں پھنسانے میں بڑی مہارت رکھتا ہے اور کوئی بھی آدمی پھنس سکتا ہے۔ لگتا یہی ہے کہ اس بار بھی منصور اعجاز نے اپنی پرانی دشمنی نکالنے کیلیے موجودہ حکومت یا کسی ذمہ دار کو جال میں پھنسا لیا اور اب پیپلز پارٹی کیلیے گلے کا پھندا بن چکا ہے۔ صدر زرداری کی بیماری کی اصل وجہ بھی میمو گیٹ اسکینڈل کو ہی قرار دیا جاتا ہے کیونکہ بات ان کی ذات تک جا پہنچی ہے اور عدالت میں زیر سماعت ہے تاہم یہ ایک بات ناقابل تردید ہے کہ دال میں کچھ کالا ہے جس کا بھرپور فائدہ منصور اعجاز نے اٹھایا اور ''دال میں کالے'' کا کہیں نہ کہیں ایبٹ آباد میں امریکی حملے سے ضرور تعلق ہے جس کے بارے میں منصور اعجاز کا دعویٰ ہے کہ حسین حقانی اور صدر زرداری کو پہلے سے ہی علم تھا۔ حالات و واقعات کا باریک بینی سے جائزہ لیا جائے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ''کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے'' اور خوف نے میمو لکھنے پر مجبور کیا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر منصور اعجاز نے اس خفیہ دستاویز کے حوالے سے ١٠ اکتوبر ٢٠١١ء کو مضمون کیوں لکھا ہے؟ دراصل اس سازشی کا خیال تھا کہ میمو کے مائیک مولن تک پہنچنے کے بعد امریکی فوج کی طرف سے پاکستان خلاف سخت ردعمل ہوگا، لیکن مکمل خاموشی رہی اور مائیک مولن پاکستان کے خلاف ایک نفرت آمیز بیان کے ساتھ ہی فوج سے ریٹائر ہوگیا اور میمو اپنی جگہ کاغذ کا ایک ٹکڑا ثابت ہوا۔ اس ساری صورتحال میں منصور اعجاز اور ان کے ساتھیوں کے وہ مقاصد پورے نہیں ہوئے جن کے ذریعے وہ پاکستان میں عدم استحکام پیدا کرنا چاہتے تھے جس کا ایک اور راستہ منصور اعجاز نے تلاش کیا اور میمو گیٹ کا انکشاف اپنے مضمون کے ذریعے کیا اور بعد ازاں اس کے قسط وار پیغامات کو ظاہر کر دیا اور ہوا پھر وہی کہ پاکستان میں بڑے پیمانے پر عدم استحکام کی

صورتحال پیدا ہوئی۔ اب ایک طرف حکومت اور دوسری طرف قومی سلامتی کے ادارے اور تیسری طرف عدلیہ نظر آتی ہے۔ اور یہ ادارے باہم دست وگریباں دکھائی دیتے ہیں۔ موٴخر الذکر دونوں اداروں کی مجبوری یہ ہے کہ اس میمو میں جو نکات اور یقین دہانیاں موجود ہیں وہ انتہائی مہلک اور پاکستان سے غداری پر مشتمل ہیں۔ یہ تو عدالت ہی فیصلہ کرے گی کہ اس کے پیچھے کون ہے اور کس نے کرایا لیکن اس حد تک منصور اعجاز اپنی سازش میں کامیاب ہوا کہ اس نے پاکستانیوں کو آپس میں دست وگریباں کردیا۔ اس ایک تیر سے اس نے تین شکار کئے۔ ایک طرف قومی اداروں کے درمیان تصادم کی کیفیت پیدا کردی دوسری طرف پیپلز پارٹی سے اپنی دشمنی نکال لی اور تیسری طرف دنیا کو یہ بتانے کی کوشش کی کہ پاکستان کے اعلیٰ حکام اپنے اقتدار یا مفاد کے لیے کیا کچھ بھی کرسکتے ہیں اور ان کو کس طرح استعمال کیا جاتا ہے۔ منصور اعجاز کو جاننے والے کہتے ہیں کہ یہ شخص اب بھی خاموش نہیں رہے گا۔ وقتاً فوقتاً نئے نئے انکشافات کے نام پر پاکستان کو غیر مستحکم کرنے کا سلسلہ جاری رکھے گا، کیونکہ اس کو بعض عالمی قوتوں کی حمایت حاصل ہے۔

بعض مبصرین ۲۶ رنومبر ۲۰۱۱ء کو مہمند ایجنسی کی چیک پوسٹ سلالہ پر امریکی اور نیٹو حملے کو بھی اسی میمو سے جوڑنے کی بھی کوشش کررہے ہیں جن کا کہنا ہے کہ امریکا اور اس کے اتحادی ان حملوں کے ذریعے اپنے بعض دوستوں کو دباؤ کے ذریعے بچانا چاہتے ہیں لیکن شاید قومی سلامتی کے اداروں نے بھی اب تہیہ کرلیا ہے کہ وہ ملکی سرحدوں کی حفاظت کے لیے کچھ بھی کرنے کو تیار ہیں۔ خوش آئند بات یہ ہے کہ اس مشکل گھڑی پر پوری قوم قومی سلامتی کے اداروں کے ساتھ کھڑی ہے۔ اس موقع پر فوجی سربراہ کا ردعمل قومی امنگوں کے عین مطابق ہے۔ اگرچہ حکومت کے بعض اقدام بھی خوش آئند ہیں لیکن اس کے پیچھے دباؤ نظر آتا ہے مگر حکومت کی تباہی کیلیے کسی باہر کے منصور اعجاز کی ضرورت نہیں ان کے پاس اپنا بابر اعوان ہی کافی ہے۔ بون کانفرنس کا بائیکاٹ، شمسی ایئر بیس خالی اور نیٹو سپلائی بند کرانے جیسے اقدام حکومت کے انتہائی مثبت ہیں۔ ان کو تسلسل کے ساتھ اس وقت تک جاری رہنا چاہئے جب تک ہماری قومی سلامتی کی ضمانت نہیں دی جاتی۔

افغان صدر حامد کرزئی کا یہ دعویٰ ہے کہ بون کانفرنس میں پاکستان کی شرکت سے کوئی نہیں فرق پڑا۔ یہ ان کی خام خیالی ہے کہ پاکستان اس پورے تنازع کا بنیادی فریق ہے۔ پاکستان کی مرضی کے مطابق افغانستان میں ترقی ہوسکتی ہے اور نہ ہی امن کی خواہش پوری ہوگی اور نیٹو اور امریکی بھی پاکستان کی مدد کے بغیر صحیح سلامت بچ نکل سکتے ہیں۔ اس لیے کہ افغانوں کی اکثریت آج بھی پاکستان کو اپنا دوسرا گھر سمجھتی ہے اور وہ پاکستان سے محبت کرتے ہیں۔ طالبان اور دیگر جہادی گروپوں کا افغانستان کے ۷۰ فیصد حصے پر عملاً کلی کنٹرول ہے۔ ۱۵ سے ۲۰ فیصد حصے پر جزوی اور افغانستان کا صرف ۱۰ فیصد علاقہ ایسا ہے جہاں پر جہادی قوتوں کے اثرات کم ہیں۔ اس کا واضح ثبوت بون کانفرنس کا انعقاد افغانستان کے دارالحکومت کابل کے بجائے ۲۰۰۲ء کی طرح اس بار بھی جرمنی کے شہر بون میں انعقاد ہے۔ حالانکہ اس کانفرنس کا بنیادی مقصد افغانستان کی تعمیر وترقی اور ۲۰۱۴ء تک نیٹو کا انخلاء تھا۔ دنیا کے ۱۰۰ سے زائد ممالک اس کانفرنس میں شریک ہوئے لیکن اکثر مبصرین کا یہی کہنا ہے کہ پاکستان کی شرکت کے بغیر بون کانفرنس بے مقصد رہی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ پاکستانی حکومت منصور اعجاز کے جال سے کس طرح نکلتی اور پاکستان امریکا اور نیٹو کے سامنے اپنے دباؤ کو کس طرح برقرار رکھتا ہے۔ اس ضمن میں پوری قوم کو متحد اور منظم ہوکر یک جاں اور یک قلب ہونے کا ثبوت دینا ہوگا اسی میں ہم سب کی بقا ہے۔

نہنگوں کے نشیمن جس سے ہوتے ہیں تہہ و بالا

توصیف احمد ہزاروی

موسم کی تبدیلی کے ساتھ سیاسی درجہ حرارت میں بھی تبدیلی آرہی ہے، سیاست کا خاردار میدان میدانِ جنگ کا منظر پیش کررہا ہے، کوئی صدر مملکت زرداری صاحب سے ''گو زرداری گو'' اور کوئی میاں صاحب سے ''گو نواز جدہ گو'' کا مطالبہ کررہا ہے، کوئی احتساب کا نعرہ مستانہ بلند کئے وزارت عظمیٰ کی طرف لپک رہا ہے اور کوئی بھاٹی چوک میں کسی کو لٹکانے کی بات کررہا ہے۔ یادگار چوک میں کپتان کے جلسے نے ہلچل مچادی اور اب چکوال اور پشاور کے جلسوں نے تو میدانِ سیاست کے لیے نیا رخ متعین کردیا ہے۔ ''عمران خان تبدیلی کا نشان'' کے نعرے کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کی جارہی ہے۔ دراصل اسٹیبلشمنٹ دونوں روایتی جماعتوں (نون لیگ اور پی پی) سے تنگ آکر نئی طاقت کو مسند اقتدار پر فائز دیکھنا چاہتی ہے یہی وجہ ہ کہ بہت سے ''یار لوگ'' پرانی وفاداریوں کو بھول بھلا کر کپتان کی ٹیم میں دھڑا دھڑ شامل ہورہے ہیں اسٹیبلشمنٹ پشت پناہی کیوں نہ کرے ان کے ''مامے'' امریکہ نے کپتان کی کامیابی کی امید ظاہر کردی ہے۔

کیمرون منٹر بجا فرماتے ہیں ''کپتان امریکہ مخالف نہیں یہ ہمیں قبول ہے اور ہم اس کو کامیاب دیکھنا چاہتے ہیں، گزشتہ دنوں آئی ایس آئی کے سربراہ جنرل پاشا کی موجودگی میں کیمرون سے کپتان کی ملاقات بھی اسی سلسلے کی کڑی ہے۔ روزنامہ جنگ کے کالم نگار ہارون الرشید تو تصورات وتخیلات کی دنیا میں کپتان کے سر وزارتِ عظمیٰ کا تاج سجا رہے ہیں فرماتے ہیں ''انشاء اللہ جب کپتان وزارتِ عظمیٰ کا حلف لے رہا ہوگا تو میں سبزی منڈی کی گلیوں سے گزر کر اس کہنہ مکان میں جاؤں گا اور پوچھوں گا کہ حضور! اب فیصلہ کیا ہے''۔ ابن الوقت اور چڑھتے سورج کے پجاری امریکی حمایت کے بعد پروانہ وار تحریک انصاف میں شامل ہورہے ہیں کیونکہ پاکستان میں حکومتوں کے قیام اور اسمبلیوں کی تحلیل کے پسِ پشت امریکی اشیر باد کافی حد تک کارفرما ہوتی ہے۔ امریکہ شطرنج کے مہروں کی طرح اپنے مفاد کے حکمراں جب چاہے جیسے چاہے جسے چاہے رکھتا رہتا ہے اور ضرورت پوری ہونے پر اپنا ''دستِ کرم'' اُٹھالیتا ہے۔ لیکن اس ''چالاک'' کی چالاکی ہمارے حکمرانوں کو اس وقت سمجھ آتی ہے جب تلک وہ اپنے آقا کی خدمت میں بہت سے کارنامے سرانجام دے چکے ہوتے ہیں۔

اس بات میں دوسری رائے نہیں کہ کپتان نے 1992 کے ورلڈ کپ میں قوم کا سر فخر سے بلند کیا، شوکت خانم ہسپتال اور نمل یونیورسٹی کے قیام سے غریبوں کے دل جیتے ہیں، ان کی طلسماتی شخصیت نوجوانوں کے دل کی آواز ہے ان کے جلسوں میں نوجوانوں کی بھاری اکثریت دکھائی دیتی ہے کپتان نواز شریف اور زرداری کو بولڈ کرکے پویلین کی راہ دکھانا چاہتے ہیں وہ یہ بھی بجا فرماتے ہیں ''چور چور کا احتساب نہیں کرسکتا''۔ تاہم جب سے انہوں نے یادگار چوک میں تاریخی جلسہ کیا ان کے ذہن میں وزارت عظمیٰ کا بھوت سوار ہوچکا ہے اور ان کے رویے میں کافی تبدیلی محسوس کی جارہی ہے، کپتان کی امریکہ کے ساتھ دوستی کی

پینگیں بڑھانے کی ابھی سے سے بازگشت سنائی دینے لگی اور ڈرون حملوں کے خلاف اٹھنے والی آوازیں دب کر رہ گئی ہیں۔

کپتان بذاتِ خود لبرل طبقے سے تعلق رکھتے ہیں، کپتان کے پاس کوئی نیا نظام نہیں، وہی فرسودہ نظام لیے نئے نئے چہرے میدانِ سیاست میں نئی آن نئی شان کے ساتھ اتر رہے ہیں یہ مقولہ مشہور ہے کہ آزمائے ہوئے کو آزمانا جہالت ہے۔ کپتان خود نہ سہی لیکن ان کی ٹیم آزمودہ ہے کوئی نون لیگ سے طلاق یافتہ ہے تو کوئی پی پی کا بھگوڑا، کوئی قاف لیگ کے چُنگل سے آزاد ہوا ہے اور کوئی وہ ہے جس کے لئے کسی پارٹی کے پاس کوئی جائے پناہ نہیں اور وہ اپنا مستقبل کپتان کی ٹیم میں محفوظ سمجھتے ہیں۔ ایسے میں نظام کی تبدیلی کی تمنا کرنا حماقت ہے۔ یہ وہی فرسودہ نظام ہے جس کے ظلم کی چکی میں ہم پون صدی سے پس رہے ہیں، اب ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم چہرے نہیں نظام بدلنے کی کوشش کریں بندوں کا بنایا ہوا نظام ناقص ہے جو کہ ہمارے مسائل کا ادراک کرنے سے قاصر ہے۔ اگر نوجوان کپتان کی ٹیم میں شامل ہونا چاہیں تو انہیں اس بات کو ضرور مدِنظر رکھنا چاہیے کہ ہم دیدہ ودانستہ کس نظام کی جڑیں مضبوط کر رہے ہیں، آیا ہم وطنِ عزیز پاکستان کے حصول کے لئے چھ لاکھ شہدا کی قربانیوں کو سبوتاژ کر کے ان کے خون سے غداری کے مرتکب تو نہیں ہو رہے۔۔۔؟ شہداء نے اپنے خون سے اس دھرتی کی آبیاری کی ہے، کیا ان کی قربانی اسی فرسودہ نظام کے بقاء کے لیے تھی۔؟؟؟ یہ وقت ہے کہ ہمیں فیصلہ کرنا ہے کہ ہمیں چہرے نہیں نظام بدلنا ہے نظام کی تبدیلی میں نوجوانوں کا کردار انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ نوجوان کسی بھی قوم کا چالیس فیصد ہوتے ہیں، جو آج کے نوجوان ہیں چالیس سال بعد حکومت کی باگ ڈور ان کے ہاتھ میں ہو گی انہیں اس ملک کی تقدیر بدلنی ہے۔ انہی جوانوں کو اقبالؒ نے نظرِ عقابی، فکری بیداری، شاہین کی پرواز، پہاڑوں کی چٹانوں پر بسیرا کرنے اور ستاروں پر کمند ڈالنے کے لیے کمر بستہ کیا۔

عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں
نظر آتی ہے منزل ان کو اپنی آسمانوں میں

گزشتہ دنوں حکومت نے اپنی سابقہ روایت کو برقرار رکھتے ہوئے عوام پر گیس اور بجلی کی گرانی کے دو بم گرا دیے، یہ انتہائی افسوس ناک امر ہے، مہنگائی کا عفریت جو پہلے ہی بوتل سے باہر ہے اس گرانی نے عوام کا جینا دوبھر کر دیا ہے۔ ''روٹی کپڑا اور مکان'' کا سلوگن لے کر مسندِ اقتدار پر فائز ہونے والے کسی نہ کسی بہانے غریب عوام سے یہ چیزیں چھیننے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہر ماہ عوام کو مہنگائی کا خصوصی تحفہ عنایت کر کے عوام کے ''دلوں'' پر حکمرانی کرتے ہیں۔ گرانی کی دلیل دیتے ہیں کہ کروڑوں روپے سرکاری خزانے میں آئیں گے۔ سوال یہ ہے کہ پہلے جو عوام کے خون پسینے کو نچوڑ کر خزانہ بھرا پڑا ہے آیا وہ کافی نہیں؟ حکمرانوں کی عیاشیاں بامِ عروج پر ہیں وہ اپنے اخراجات و تعیّشات کو ترک کرنے پر راضی نہیں اور عوام کے خون پسینے کی کمائی سے خزانے بھرنے کے متمنی ہیں۔ انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ وقت احتساب قریب ہے عوام کے جذبات سے کھیل کر تماشا بینی کرنے والے جلد ہی عوامی غیظ و غضب کا شکار ہوں گے اور اقتدار کے نشے میں مدہوش حکمران اور ان کے حواری عوامی سیلاب میں خس و خاشاک کی طرح بہہ جائیں گے۔

اسی دریا سے اٹھتی ہے وہ موجِ تُند جولاں بھی
نہنگوں کے نشیمن جس سے ہوتے ہیں تہہ و بالا

درسِ حدیث

مولانا محمد فواد☆

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا عَدْوَیٰ وَلَا هَامَّةَ وَلَا صَفَرَ فَقَالَ اَعْرَابِیٌّ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَمَا بَالُ الْاِبِلِ تَکُوْنُ فِی الرَّمَلِ لَکَاَنَّهَا الظِّبَاُ فَیُخَالِطُهَا الْبَعِیْرُ الْاَجْرَبُ فَیُجْرِبُهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَمَنْ اَعْدَی الْاَوَّلَ

ترجمہ:

''حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی بیماری کا ایک سے دوسرے کو اُڑ کر لگنا ہامہ اور صفران سب کی کوئی حقیقت نہیں۔ایک دیہاتی نے (جو کہ اپنے ناقص مشاہدے و تجربے کی بناپر خارش کو متعدی بیماری سمجھتا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سن کر) عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھران اونٹوں کے بارے میں کیا کہا جائیگا جو اپنی تندرستی اور جلد کھال کی صفائی ستھرائی کے اعتبار سے ہرن کی طرح ریگستان میں دوڑتے پھرتے ہیں لیکن جب کوئی خارشی اونٹ ان میں مل جاتا ہے تو وہ دوسروں کو بھی خارشی بنادیتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا یہ بتاؤ کہ پہلے اونٹ کو کس نے خارش زدہ بنایا۔''

مطلب:

یعنی خارش پیدا ہونے کے لیے یہی ضروری نہیں کہ وہ کسی سے اڑ کر لگے لہٰذا جس طرح ان تندرست اونٹوں میں آملنے والے خارش زدہ اونٹ میں خارش کا پیدا ہونا بتقدیر الٰہی ہوتا ہے اسی طرح دوسرے اونٹوں کا خارش زدہ ہونا بھی حکم الٰہی کے تحت اور نظام قدرت کے مطابق ہوتا ہے۔

یعنی کوئی بیماری بھی متعدی نہیں ہے جیسا کہ آج کل کمزور ایمان اور کمزور اعتقاد کی وجہ سے لوگ مریض کے پاس جانے اور عیادت کرنے سے گھبراتے ہیں کہ اگر اس کے پاس گئے تو ہمیں بھی یہ مرض لاحق ہوجائے گا قطعاً اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔اس قسم کے خیالات دور جاہلیت کے خیالات ہیں۔

ولا هامه:

حدیث مذکور میں ہامہ کے الفاظ ہیں جس سے مراد اُلّو ہے لوگوں کا گمان یہ ہے کہ جب یہ پرندہ کسی گھر پر بیٹھ جائے تو

☆ استاذ الحدیث مدرسہ معمورہ، ملتان

وہ گھر ویران ہوجاتا ہے یا اس گھر کا کوئی فرد مرجاتا ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عقیدے کو بالکل مہمل اور باطل قرار دیا ہے یعنی پرندے سے فال لینا جو کہ ایک ممنوع چیز ہے عرب کی جاہلیت میں اس قسم کے فال لیتے تھے جیسا کہ پرندے کو پکڑ کر اڑانا اگر وہ دائیں طرف اڑتا تو مطلب ہوتا تھا یہ کام کرنا ہے اگر بائیں طرف اڑتا تو مطلب لیتے تھے کہ یہ کام نہیں کرنا۔ یہ رسم اب بھی ہمارے اندر موجود ہے اگر کسی کام سے کوئی جاتا ہے اور راستے میں اس کی ملاقات کسی ایسے شخص سے ہوتی پھر وہ کام اس کا نہیں ہوتا تو کہتا ہے اس فلاں منحوس شخص کی وجہ سے میرا کام نہیں ہوا۔ یاد رکھیں اللہ کی مخلوق میں کوئی چیز منحوس نہیں۔ ایک حدیث مبارکہ میں تین چیزوں کو منحوس کہا گیا ہے۔ گھر کو، گھوڑے کو اور عورت کو۔ تو یاد رکھیں اس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کی خوش بختی اور بدبختی کا مدار یہ تین چیزیں ہیں اگر بیوی سواری اور مکان اچھا ہے تو آدمی سب سے زیادہ خوش بخت ہے اور اگر بیوی سواری اور مکان اچھا نہیں تو آدمی سے بڑا بدقسمت کوئی نہیں۔

ولا صفر:

اور نہ ''صفر کا مہینہ'' بعض لوگ صفر کے مہینہ کو منحوس مہینہ کہتے ہیں، اعتقاد اور ایمان کی کمزوری کی وجہ سے۔ اور کہتے ہیں کہ اس مہینہ میں آفات اور بلائیں اور حوادثات اور مصائب کا نزول ہوتا ہے۔ اس عقیدۂ بد کی وجہ سے لوگ بہت سارے کام چھوڑ دیتے ہیں۔ مثلاً سفر ترک کر دینا، شادی وغیرہ اس مہینہ میں نہ کرنا، کاروبار شروع نہ کرنا، اس کی دین میں اصل نہیں ہے یہ سب جہالت کی باتیں ہیں۔ نجومیوں کی من گھڑت افواہیں ہیں کوئی دن برا نہیں، کوئی مہینہ برا نہیں، کوئی پرندہ برا نہیں، کوئی بیماری متعدی نہیں ہے۔ ہر چیز میں مؤثر حقیقی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے خیر اور شر کا خالق وہی ہے۔

اس حدیث مبارکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے عقائد باطلہ کو بے اصل قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسے توہمات، بے اصل باتوں سے محفوظ فرمائیں، ایمان کامل اور یقین صادق نصیب فرمائیں۔ آمین

قسط:۱

حدیثِ سفینہ رضی اللہ عنہ اور خلافتِ معاویہ رضی اللہ عنہ

پروفیسر قاضی محمد طاہر علی الہاشمی

ترمذی بروایت	احمد بن منیع	سریج بن النعمان	حشرج بن نباتہ	سعید بن جمہان	سفینہؓ
ابوداوٗد براویت	سوار بن عبداللہ	------	عبدالوارث بن سعید	سعید بن جمہان	سفینہؓ
ابوداوٗد برایت	عمرو بن عون	ہشیم	عوام بن حوشب	سعید بن جمہان	سفینہؓ

ترمذی (متن)

قَالَ رَسولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْخِلَافَۃُ فِیْ اُمَّتِیْ ثَلاثُوْنَ سَنَۃً ثُمَّ مُلْکٌ بَعْدَ ذٰلِکَ.
ثُمَّ قَاْلَ لِیْ سَفِیْنَۃُ اَمْسِکْ خِلَافَۃَ اَبِیْ بَکْرٍ ثُمَّ قَالَ وَ خِلَافَۃَ عُمَرَ وَ خِلَافَۃَ عُثْمَانَ ثُمَّ قَالَ اَمْسِکْ خِلَافَۃَ عَلِیٍّ فَوَجَدْنَاھَا ثَلاثِیْنَ سَنَۃً
قَالَ سَعِیْدٌ فَقُلْتُ لَہٗ اِنَّ بَنِیْ اُمَیَّۃَ یَزْعَمُوْنَ اَنَّ الْخِلَافَۃَ فِیْھِمْ قَالَ کَذَبُوا بَنُوْالزَّرْقَاءِ بَلْ ھُمْ مُلُوکٌ مِنْ شَرِّ الْمُلُوکُ
وَفِی الْبَابِ عَنْ عُمَرَ وَ عَلِیٍّ قَالَا لَمْ یَعْھُدِ النَّبِیُّ فِی الْخِلَافَۃِ شَیْئاً
ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ قَدْ رَوَاہُ غَیْرُ وَاحِدٍ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جَمْھَانَ وَلَا نَعْرِفُہٗ اِلَّا مِنْ حَدِیْثِ حَشْرَجَ
(جامع الترمذی. ابواب الفتن. باب ماجاء فی الخلافۃ. جلد ۲ ص ۴۵)

ابوداوٗد (متن)

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم خِلَافَۃُ النُّبُوَّۃِ ثَلَاثُوْنَ سَنَۃً ثُمَّ یُؤْتِی اللّٰہُ الْمُلْکَ مَنْ یَّشَآءُ اَوْ مَلَّکَہٗ مَنْ یَشَآءُ وَقَالَ سَفِیْنَۃَ أَمْسِکْ عَلَیْکَ اَبَابَکْرٍ سَنَتَیْنِ وَعُمَرَ عَشْراً وَعُثْمَانَ اِثْنَیْ عَشَرَ وَعَلِیٍّ کَذَاقَالَ سَعِیْدٌ قُلْتُ لِسَفِیْنَۃَ اِنَّ ھٰؤلَاءِ یَزْعُمُوْنَ اَنَّ عَلِیّاً لَمْ یَکُنْ بِخَلِیْفَۃَ قَالَ کَذَبَتْ اِسْتَاہُ بَنِیْ الزَّرْقَاءِ یَعْنِیْ بَنِیْ مَرْوَانَ.
(سنن ابی داؤد. کتاب الدیات باب فی الخلفاء، جلد: ۲ص: ۲۹۰)
قَالَ الْمُحَشِّیْ: اَلْاِسْتَاءُ جَمْعُ اِسْتٍ وَھُوَ الْعَجُزُ وَیُطْلَقُ عَلیٰ حَلْقَۃِ الدُّبُرِ وَالْمُرَادُ اَنَّہٗ کَلِمَۃٌ کَاذِبَۃٌ خَرَجَتْ مِنْ دُبُرِھِمْ وَالزَّرْقَاءُ اِمْرَأَۃٌ مِنْ اُمَّھَاتِ بَنِیْ اُمَیَّۃَ یَزْعُمُوْنَ اَنَّ الْخِلَافَۃَ فِیْھِمْ قَالَ کَذَبُوْا بَنِیْ الزَّرْقَاءِ بَلْ ھُمْ مُلُوْکٌ مِنْ شَرِّ الْمُلُوکِ.
(حوالہ مذکور)

احمد بن منیع ،سریج بن نعمان ،حشرج بن نباتہ اور وہ سعید بن جمہان سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ مجھ سے حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خلافت میری امت میں تیس سال ہے پھر اس کے بعد بادشاہی ہے۔

سعید کہتے ہیں کہ پھر مجھ سے سفینہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا شمار کر۔ پھر کہا خلافتِ عمر رضی اللہ عنہ کا اور خلافتِ عثمان رضی اللہ عنہ کا۔ پھر کہا حساب کر علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا۔ سو ہم نے ان کو تیس برس پایا۔ سعید نے کہا پھر میں نے ان (سفینہ رضی اللہ عنہ) سے کہا کہ بنی امیہ زعم رکھتے ہیں کہ خلافت ہمارے گھر میں ہے۔ انہوں نے کہا ''زرقاء'' کے بیٹے جھوٹ بولتے ہیں بلکہ وہ بادشاہ ہیں برے بادشاہوں میں سے۔''

اور اس باب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کہا دونوں نے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خلافت کے حق میں کچھ زمانے کی مدت بیان نہیں کی۔ یہ حدیث حسن ہے روایت کیا اس کو کئی ایک نے سعید بن جمہان سے اور نہیں پہچانتے ہم اس کو مگر حشرج کے طریق سے۔

سنن ابی داؤد کی روایت کے بموجب ''حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ نے سعید سے کہا کہ آپ خلافت ابی بکر رضی اللہ عنہ دو سال، خلافت عمر رضی اللہ عنہ دس سال، خلافت عثمان رضی اللہ عنہ بارہ سال اور اسی طرح خلافت علی رضی اللہ عنہ (چھے سال) شمار کریں (تو اس طرح تیس سال پورے ہوگئے۔) پھر سعید نے حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ یہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ نہیں تھے تو حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بنی زرقاء یعنی بنی مروان کی دبر نے جھوٹ کہا۔''

زیرِ بحث حدیث کے تین حصے ہیں۔

(۱) پہلا حصہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہے کہ خلافت میری امت میں تیس سال تک رہے گی پھر بادشاہی آ جائے گا۔ (۲) دوسرے حصے میں حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ نے چاروں خلفاء کی مدتِ خلافت جمع کر کے حدیث کے الفاظ ''ثلاثون سنۃ'' کے ساتھ مطابقت ثابت کی ہے۔ (۳) جب کہ تیسرے حصے میں سعید بن جمہان کے سوال کے جواب میں حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ نے اموی خلفاء یعنی ''بنوالزرقاء'' کو ''ملوک من شرّ الملوک'' قرار دیا ہے۔

اس حدیث پر بحث کا آغاز بھی اسی آخری حصے سے کیا جاتا ہے۔

سنن ابی داؤد کے محشی نے ''استاہ'' کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''یہ جھوٹا کلمہ بنو زرقاء کی دبر سے خارج ہوا ہے بلکہ وہ برے بادشاہوں میں سے بادشاہ ہیں'' معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی کوفی یا بصری راوی نے حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ پر نہایت ہی مکروہ الزام عائد کیا ہے۔ معلوم نہیں کہ اس سوال و جواب میں ''زرقاء'' نامی خاتون کو کیوں نشانۂ مشق بنایا گیا؟ آخر ان کا کیا قصور تھا؟ وہ تو اس وقت دنیا میں بھی موجود نہیں تھیں۔ پھر ''بنو زرقاء'' میں تو اور بھی نامی گرامی افراد آتے ہیں۔ چنانچہ مشہور شیعہ ''سکالر'' غلام حسین نجفی لکھتے ہیں کہ:

''اسلام کے ٹھیکدارو! یہ بتاؤ کہ موجودہ قرآن جس نے جمع کرایا تھا وہ بے شک زرقاء خاتون کی اولاد ہے۔

لیکن آپ کا محبوب رہنما ہے۔عثمان صاحب کا داماد رسول ہونا سفید جھوٹ نظر آتا ہے۔کیونکہ ایک تو وہ اولادِ زرقاء سے تھے۔بنو زرقاء کے نسب پر جو بدنما داغ ہے وہ کسی پانی سے دھل نہیں سکتا۔جناب عفان،عثمان کا باپ اور حکم،مروان کا باپ یہ دونوں بھائی تھے۔باپ دونوں کا ابوالعاص اور ماں زرقاء تھی۔'' (قول مقبول،صفحہ:۷۹،۱۱۹،۳۸۱)

موصوف ایک دوسری کتاب میں لکھتے ہیں کہ:

''زرقاء بنت موہب،مروان کی دادی ہے اور مکّہ شریف میں جھنڈے والی مشہور زانیہ تھی۔اس کے تعارف کے لیے کچھ نامعقول لوگوں نے یہ شعر بھی پیش کیا ہے

رِجْلھا مرفوعة للفاعلین بابھا مفتوحة للداخلین

یعنی زرقاء کی ٹانگیں فاعلین کی خاطر اٹھی رہتی تھیں اور تشریف لانے والوں کے لیے اس کا دروازہ ہر وقت کھلا رہتا تھا۔(بغاوت بنوامیّہ،صفحہ:۶۷،۱۰۹)

مذکورہ روایت کی سند یا متن میں اگر کوئی اور ''سقم'' نہ بھی ہو تو پھر بھی ''کذبوا بنو الزرقاء، بل ھم ملوک من شرّ الملوک، کذبت استاہ بنی الزرقاء، انه کلمة کاذبة خرجت من دبرھم'' جیسے الفاظ کی بناء پر بھی محل نظر تھی لیکن یہ حدیث تو سند اور متن میں واقع اسقام کے علاوہ آیت اظہار دین اور احادیث ''وسیکون خلفاء فیکثرون'' اور ''لایزال الاسلام عزیزاً الیٰ اثنی عشر خلیفة'' کے بھی خلاف ہے۔جس کی وضاحت درج کی جاتی ہے۔

مؤخر الذکر حدیث ''لا یزال الاسلام'' کی تشریح میں شارحین نے حسبِ ذیل خلفاء کے اسمائے گرامی بتائے ہیں:

۱۔حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ۲۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ ۳۔حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ۴۔حضرت علی رضی اللہ عنہ ۵۔حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ۶۔امیر یزید بن معاویہ ۷۔عبدالملک ۸۔ولید ۹۔سلیمان ۱۰۔عمر بن عبدالعزیز ۱۱۔یزید ثانی ۱۲۔ہشام

ملاحظہ ہو: سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم،مؤلفہ: سید سلیمان ندوی،جلد سوم،صفحہ:۶۰۴۔فتح الباری،حافظ ابن حجر،جلد:۱۳،صفحہ:۲۱۴۔منہاج السنة،جلد:۴،صفحہ:۲۰۶۔الصواعق المحرقة،قاضی ابوبکر ابن العربی،صفحہ:۲۱۔شرح فقہ اکبر، ملاعلی قاری،صفحہ:۸۴۔تکملہ فتح الملہم،مؤلفہ مولانا مفتی محمد تقی عثمانی،جلد:۳،صفحہ:۲۸۴۔

شارحین حدیث کی توضیح کے مطابق بارہ خلفاء میں سے آٹھ خلفاء کا تعلق بنوامیّہ کے ساتھ تھا تو پھر تشیّع سے متّہم حضرات اموی خلفاء کی فضیلت پر صحیح مسلم اور صحیح بخاری کی اس ''متفق علیہ'' حدیث کو کس طرح غیر متنازع رہنے دیتے۔ اس لیے انہوں نے باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت ''بارہ خلفاء'' والی حدیث کے اثر کو زائل کرنے کے لیے ''الخلافة بعدی ثلاثون سنة'' کی حدیث کو مدارِ بحث ٹھہرایا، پھر اسے خلفائے اربعہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت پر منطبق کر کے نبوت کی طرح ''بابِ خلافت'' بھی ہمیشہ کے لیے بند کر دیا۔یعنی تیس سال کے بعد خلافت کی بجائے ملوکیت ہوگی اور وہ بھی کاٹ کھانے والی۔

خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم تو تمام آیات خلافت اور احادیثِ خلافت کے اوّلین مصداق ہیں باقی جو بھی اس منصب پر فائز ہوگا وہ ان چار کے بعد ہی ہوگا۔ اس لیے یہ چار خلفاء تو خارج از بحث ہیں کیونکہ ان کی خلافت یقیناً راشدہ اور موعودہ ہے۔ بحث تو بعد میں آنے والے خلفاء کے متعلق ہے کہ آیا ان کے دور پر بھی ''خلافت'' اور خود ان پر ''خلیفہ'' کا اطلاق ہوسکتا ہے یا نہیں؟ بالخصوص جب وہ خلفائے راشدین کے ہی دستور و منشور پر عمل پیرا ہوں۔ زیرِ بحث حدیثِ سفینہ رضی اللہ عنہ نے تو اس کا امکان ہی ختم کر دیا جب کہ صحیح احادیث سے یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ خلافت کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا، خلفاء کی تعداد کثیر ہوگی، ان میں بارہ خلفاء ایسے بھی ہیں جن کے دور میں اسلام غالب رہے گا، ان پر امّت کا اجماع ہوگا اور یہ سب قریش میں سے ہوں گے۔

سنن ابی داؤد کی جس جلد، باب اور صفحہ پر حدیث سفینہ رضی اللہ عنہ ہے اسی صفحہ پر ''حدیث میزان'' بھی ہے جس میں ایک صحابی نے اپنا ایک خواب خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے استفسار پر سنایا کہ

ایک ترازو آسمان سے اتری ہے اس ترازو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو تولا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وزن زیادہ رہا۔ پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کو تولا گیا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کا وزن زیادہ رہا۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ کو تولا گیا تو عمر رضی اللہ عنہ کا وزن زیادہ رہا۔ پھر ترازو کو اٹھا لیا گیا۔ اس خواب کو سن کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غمگین ہوگئے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو نے جو دیکھا ہے یہ خلافت نبوت ہے۔ ''**ثم یؤتی اللّٰہ الملک من یشاء**'' اس کے بعد اللہ جسے چاہے گا بادشاہت عطا کرے گا۔

ترمذی کی روایت میں بھی ''حدیث میزان'' کے تحت ''**خلافۃ النبوۃ...... ثم یؤتی اللّٰہ الملک من یشاء**'' جیسے الفاظ آئے ہیں۔

اب جس طرح ''حدیث میزان'' میں ''**مُلک**'' کا لفظ استعمال ہوا ہے لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اس کا اطلاق نہیں کیا گیا (حالانکہ ان کو تولا بھی نہیں گیا تھا) اسی طرح حدیث سفینہ رضی اللہ عنہ میں بھی ''ملک'' کا لفظ آیا ہے لیکن یہاں بغیر کسی توقف وتأمل کے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر اس کا اطلاق کر دیا گیا۔

''بارہ خلفاء'' والی متفق علیہ حدیث اس سلسلے میں سخت رکاوٹ تھی لیکن شارحین نے اپنے ''خصوصی اختیارات'' استعمال کرتے ہوئے اسے وہ معانی پہنائے کہ جن سے خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس فہرست سے خارج کر دیا گیا پھر عمر بن عبدالعزیز اور امام مہدی سمیت دیگر چند خلفاء کو شامل کر کے ''بارہ خلفاء'' کی تعداد بھی پوری کر دی گی۔

محدث جلیل مولانا ظفر احمد عثمانی فرماتے ہیں کہ:

> ''ان بارہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ یقیناً داخل ہیں کہ وہ صحابی ہیں اور ان کی خلافت میں اسلام کو عروج بھی بہت تھا، فتوحات بھی بہت ہوئیں۔ حدیث میں ان بارہ کو ''**خلیفہ**'' کہا گیا ہے ''**مَلِک**'' نہیں کہا گیا۔''
>
> (براءۃ عثمان رضی اللہ عنہ، صفحہ: ۵۷)

زیرِ بحث حدیث کے مطابق جب راوی حدیث سعید بن جمہان نے حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ بنوامیہ یہ خیال کرتے ہیں کہ خلافت ان کے گھر میں ہے تو انہوں نے اس کے جواب میں شدید ردِ عمل کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: **کذبوا بنو الزرقاء بل ھم ملوک من شرّ الملوک** ''(بنوزرقا جھوٹے ہیں بلکہ وہ تو بادشاہ ہیں بدترین بادشاہوں میں سے)

جب کہ سنن ابی داؤد کی روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں:

''**کذبت استاہ بنی الزرقاء یعنی بنی مروان**'' (بنی زرقا (یعنی بنی مروان) کے چوتڑوں نے جھوٹ بکا)

یہ بھی ملحوظ رہے کہ ترمذی کی روایت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا انکار موجود نہیں ہے صرف یہ الفاظ ہیں ''**انّ بنی امیّۃ یزعمون انّ الخلافۃ فیھم**'' (بنی امیہ یہ سمجھتے ہیں کہ خلافت ان کو حاصل ہے)

جب کہ ابوداؤد کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

''**انّ ھؤلاء یزعمون انّ علیاً لم یکن بخلیفۃ**'' (یہ لوگ یہ زعم رکھتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ نہ تھے)

ترمذی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ بنوامیہ کے بادشاہوں کو برے بادشاہ کہا گیا ہے جن میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں (العیاذ باللہ) جب کہ ابوداؤد کی روایت کے الفاظ ''**بنو الزرقاء یعنی بنی مروان**'' سے بظاہر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ان میں شامل نہیں ہوتے کیونکہ وہ ''بنوالزرقاء'' میں سے نہیں ہیں اس لیے کہ روای نے بنوالزرقاء سے بنی مروان مراد لیے ہیں۔

یہ بھی ملحوظ رہے کہ امام ابوداؤد، امام ترمذی (م ۲۷۹ھ) سے چار سال قبل ۲۷۵ھ میں فوت ہوئے ہیں۔

اب مسئلہ حل طلب یہ ہے کہ زیرِ بحث حدیث کی رو سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر ''شرّ الملوک'' کا اطلاق ہوتا ہے یا نہیں؟

ایک بزرگ نے یہ فرمایا ہے کہ ''حدیث کے الفاظ سے یہ نتیجہ نکالنا کہ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو برے بادشاہوں میں شمار کیا ہے کج فہمی پر مبنی ہے۔ روایت کے الفاظ میں تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا نام ہی نہیں ہے اور اگر بنی امیّہ کے سارے خلفاء اس سے مراد ہیں تو حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ بھی بنی امیّہ میں ہیں تو کیا اس روایت کا یہ مطلب لیا جائے گا کہ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی برحق خلیفہ نہیں؟ العیاذ باللہ۔''

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نسبی تعلق اگرچہ بنی امیّہ کے ساتھ ہے لیکن ان کی خلافت از روئے آیت تمکین، آیت استخلاف اور حدیثِ سفینہ رضی اللہ عنہ خلافتِ راشدہ اور موعودہ ہی کا حصہ ہے نیز ان کی خلافت تیس سال کی مدت ختم ہونے سے پہلے گزر چکی ہے اس لیے زیرِ بحث حدیث کے نتیجے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شامل کرنا خود کج فہمی، خلط مبحث اور غیر صحیح ہے۔

سعید بن جمہان کا حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے یہ کہنا کہ بنوامیّہ یہ گمان کرتے ہیں کہ خلافت ان کے خاندان میں ہے (جسے خود خلیفۂ راشد حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اس خاندان کے ایک فرد امیر المؤمنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا تھا) تو یہ کوئی غلط بات تو نہ تھی کیونکہ ان کی باہمی گفتگو کے وقت بھی اسی خاندان میں تھی جس کے جواب میں

اس مجہول قول کے مجہول قائلین کو کچھ کہنے کی بجائے سارا غصہ بنوامیّہ کے خلفاء پر نکالتے ہوئے انہیں بدترین بادشاہ قرار دے دیا جاتا ہے بلکہ انہیں ایک ایسی خاتون کی طرف منسوب کیا جاتا ہے جو نہ صرف یہ کہ اس وقت دنیا میں موجود نہیں تھی بلکہ سبائیوں اور مجوسیوں نے انہیں مطعون اور بدنام بھی کر رکھا تھا۔

اوّل تو ایک صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کی شان سے یہ بات بعید ہے کہ وہ ''**کذبت استاہ بنی الزرقاء**'' جیسے الفاظ اور ''**ملوک من شرّ الملوک**'' جیسی خلافِ حقیقت بات زبان سے نکالیں۔

ثانیاً: استفسار میں ''بنی امیّہ'' کے الفاظ واضح طور پر موجود ہیں کیا اس کے جواب میں ''کذبوا'' کا صیغہ کافی نہ تھا؟ پھر انہوں نے بنوامیّہ کو ''زرقاء'' خاتون کی طرف کیوں منسوب کیا؟

جب کہ یہ انتساب نصّ قرآنی ''**ادعوھم لأبآئھم ھو اقسط عنداللّٰہ**'' کے بھی صریحاً خلاف تھا۔ سوال یہ ہے کہ کیا بنوامیّہ کوئی اتنے غیر معروف تھے کہ ان کی شناخت کے لیے زرقاء خاتون کا سہارا لیا جانا ضروری تھا؟

ثالثاً: ظاہر ہے کہ سعید بن جمہان اور حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کے درمیان یہ مکالمہ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کی وفات ۷۴ھ سے پہلے ہی ہوا ہوگا اور اس وقت بنوامیّہ میں کل کتنے بادشاہ گزر چکے تھے اور ان میں سے کتنے بدترین بادشاہ تھے؟

زیرِ بحث حدیث کی رو سے خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے تیس سال مکمل ہونے کے بعد ۴۱ھ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سریر آرائے خلافت ہوئے اور حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ (م ۷۴ھ) کی زندگی میں عبدالملک کی خلافت پر امّت کا اتفاق ہو گیا تھا اور وہ ملّت اسلامیہ کے متفق علیہ خلیفہ تھے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تا عبدالملک حسب ذیل خلفاء یا بقول راوی ''برے بادشاہ'' گزرے ہیں:

۱۔　حضرت معاویہ رضی اللہ ۴۱ تا ۶۰ھ

۲۔　امیر یزید بن معاویہ رجب ۶۰ھ تا ۶۴ھ

۳۔　معاویہ رحمہ اللہ ثانی۔ ۶۴ھ۔ انہوں نے شروع ہی سے خلافت کی ذمہ داری قبول نہیں کی تھی اور نہ ہی انہوں نے بحیثیت خلیفہ کوئی کام سرانجام دیا تھا۔ یہاں تک کہ ایک وقت کی نماز تک نہیں پڑھائی۔ ان کی عمر اس وقت ۲۱۔ برس تھی اور وہ اس وقت مریض بھی تھے۔

جب لوگوں نے ان کو خلیفہ بنانے کی کوشش کی تو انہوں نے انکار کر دیا اور ایک ماہ اور کچھ دن تک بیمار رہ کر ۶۴ھ میں ہی وفات پا گئے۔ تو جس شخص نے نہ خلافت کی ذمہ داری قبول کی ہو اور نہ اپنے آپ کو خلیفہ سمجھا ہو تو اسے خلیفہ قرار دینا کس قدر غلط ہے؟ اگر بالفرض انہیں ایک ماہ کے لیے خلیفہ تسلیم بھی کر لیا جائے تو پھر بھی ان کا شمار ''برے بادشاہوں'' میں نہیں ہوتا کیونکہ ان کی صالحیت کے اہل سنت کے علاوہ خود اہل تشیّع بھی معترف ہیں۔

۴۔　حضرت مروان رضی اللہ عنہ ۶۴ھ تا ۶۵ھ (۹ ماہ)

۵۔　عبدالملک بن مروان کی خلافت کے دوارن میں ہی حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کا ۷۴ھ میں انتقال ہو گیا تھا۔

اس فہرست کی روشنی میں ''بدترین بادشاہوں'' کی تلاش ضروری ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، یزید، معاویہ

ثانی اور حضرت مروان رضی اللہ عنہ زیر بحث حدیث کی رو سے ہرگز ''برے بادشاہوں'' میں شمار نہیں ہو سکتے کیونکہ روایت میں ''بنی الزرقاء'' کے لفظ سے ''بنی مروان'' کے مراد ہونے کی تصریح پائی جاتی ہے۔

ظاہر ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، یزید، معاویہ ثانی، بنی مراون میں سے نہیں ہیں۔ نیز ''بنی مروان'' کی تصریح سے خود حضرت مروان رضی اللہ بھی اس فہرست سے خارج ہو جاتے ہیں کیونکہ ''بنی'' کے لفظ سے ان کی اولاد مراد ہے۔ ''بنی'' مخفف ہے ''بنین'' کا اور ''بنین'' جمع ہے ''ابن'' کی۔ گو ''ابن'' کے معنی بیٹے کے ہیں لیکن یہاں ''زرقاء'' خاتون کی تمام اولاد مراد ہے جیسے ''بنی آدم'' سے مراد تمام اولادِ آدم اور ''بنی اسرائیل'' سے تمام اولادِ یعقوب مراد ہے۔

لہٰذا زیرِ بحث حدیث میں ''بنی الزرقاء یعنی بنی مروان'' کی تصریح سے حضرت مروان رضی اللہ عنہ خارج ہو گئے۔ نیز حضرت مروان رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام ''زرقاء'' نہیں بلکہ آمنہ بنت علقمہ بنت صفوان تھا۔

دامادِ عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت مروان رضی اللہ عنہ کا شمار برے بادشاہوں میں اس لیے بھی نہیں ہوسکتا کہ نبیؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے وقت ان کی عمر ۸، ۹ برس تھی اور وہ صغار صحابہ رضی اللہ عنہ میں سے تھے۔

حضرت مروان رضی اللہ عنہ اگر برے بادشاہوں میں شامل ہوتے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خاندان ''بنو مروان'' کے ساتھ سلسلہ مناکحت (۱) کبھی قائم نہ کرتا۔

حضرت مروان رضی اللہ عنہ کی علمی قابلیت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ وہ مدینہ منوّرہ کے گورنر ہونے کے ساتھ ساتھ مسجد نبوی کے امام اور خطیب بھی تھے اور ان کی اقتداء میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ سمیت صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اپنی نمازیں ادا کیا کرتے تھے۔ نیز حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کے نائب کی حیثیت سے انتظامی امور بھی سرانجام دیتے رہے۔

علاوہ ازیں صحیح بخاری، مؤطا امام مالک، مؤطا امام محمد اور مسند احمد بن حنبل میں حضرت مروان رضی اللہ عنہ کی متعدد مرویات موجود ہیں۔

حضرت مراون رضی اللہ عنہ کی اعلیٰ صلاحیتوں کے اعتراف میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی یہ شہادت اس پر مستزاد ہے:

''**القاری لکتاب اللّٰہ، الفقیہ فی دین اللّٰہ، الشدید فی حدود اللّٰہ مروان بن الحکم**'' (البدایہ والنہایۃ، جلد: ۸، صفحہ: ۲۵۷)

یعنی مروان بن الحکم رضی اللہ عنہ کتاب اللہ کے قاری، دین کے فقیہ اور اللہ کی حدود قائم کرنے میں نہایت ہی سخت ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے فقہاء میں ان کا شمار کیا ہے: **وَکَانَ یُعَدُّ فِی الْفُقَھَاءِ**. آپ کا شمار فقہا میں ہوتا تھا۔

(الاصابہ مع الاستیعاب، جلد: ۳، صفحہ: ۴۵۵)

(۱) (بنوامیّہ اور بنوہاشم کے مابین مناکحت کی تفصیل جاننے کے لیے راقم الحروف کی کتب ''تذکرہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ'' اور ''جواز المناکحۃ بین السید وغیر السید'' المعروف ''تحقیق نکاح سیدہ'' کی طرف مراجعت فرمائیں۔)

حضرت مروان رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعدان کے بیٹے عبدالملک خلیفہ مقرر ہوئے۔ ''بنی مروان'' میں سے یہ واحد خلیفہ ہیں جن کے دور کا تقریباً نصف حصہ زیرِ بحث حدیث کے راوی حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ نے پایا ہے۔

عبدالملک بن مروان کا زمانہ جہاں حجاج بن یوسف کے اساطیری ظلم وتشدد کی وجہ سے بدنام ہے اس کے ساتھ ساتھ خود عبدالملک کا شمار بھی اپنے زمانہ کے اکابر علماء میں ہوتا تھا۔اس دور کے بڑے بڑے ائمہ ان کے علمی کمالات کے معترف تھے۔انہوں نے اپنی خلافت کے ابتدائی آٹھ سالوں میں تمام اندرونی و بیرونی شورشوں کو ختم کر کے عالم اسلام کو دوبارہ ایک مرکز اور ایک ہی دارالخلافہ کے ساتھ وابستہ کردیا۔اس طرح ۷۳ھ میں پوری ملّتِ اسلامیہ نے ان کی خلافت پر اتفاق کرلیا۔

یہ بات صحیح ہے کہ آلِ ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے بعد بنو مروان رضی اللہ عنہ نے ہی ۱۳۲ھ تک خلافت کے فرائض سرانجام دیے (یہ ملحوظ رہے کہ اندلس میں خلافتِ عباسیہ کے متوازی اموی حکومت وخلافت بھی ہشام بن عبدالملک بن مروان رضی اللہ عنہ کے پوتے عبدالرحمٰن الداخل بن معاویہ بن ہشام نے قائم کی تھی جو ۱۳۸ھ تا ۴۲۸ھ یعنی ۲۹۰ سال تک قائم رہی) لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ نہ تو حضرت مروان رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام زرقاء تھا اور نہ ہی عبدالملک کی والدہ کا نام۔ جناب مروان رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام آمنہ بنت علقمہ بنت صفوان اور عبدالملک کی والدہ کا نام عائشہ بنت مغیرہ بن ابی العاص بن امیہ تھا بلکہ عبدالملک کے بعدان کے دو بیٹے ولید اور سلیمان سریرآرائے خلافت ہوئے ان کی والدہ کا نام بھی زرقاء نہیں بلکہ ولادہ بنت عباس تھا۔

سلیمان بن عبدالملک کے بعد حضرت مروان رضی اللہ عنہ کے پوتے عمر بن عبدالعزیز بن مروان رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے جنہیں جمہور علماء بدترین بادشاہوں میں نہیں بلکہ خلفائے راشدین میں شمار کرتے ہیں۔ اگر بنوالزرقاء سے بنی مروان مراد ہیں تو پھر عمر بن عبدالعزیز بن مروان رضی اللہ عنہ بھی بنوالزرقاء میں شامل ہیں۔معلوم نہیں کہ زرقاء نامی خاتون کون تھیں جن کی طرف حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ نے بنی مروان کو منسوب کر کے بدترین بادشاہ قرار دیا تھا۔اس کے بعد تو غلام حسین نجفی کی ''تحقیق'' ہی باقی رہ جاتی ہے جس کی رو سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت مروان رضی اللہ عنہ کی دادی کا نام زرقاء تھا۔خود شارح ابی داؤد کے قول سے بھی اسی کی تائید ثابت ہوتی ہے کہ ''**والزرقاء امرأة من امهات بنی امیّة**'' اس کی زد میں کون کون آتا ہے اس کے تصور سے بھی رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔

روایت میں ''ملوک من شرّ الملوک'' کے الفاظ آئے ہیں۔ان میں لفظ ''ملوک'' دومرتبہ آیا ہے جو باعتبار لفظ جمع مکسّر ہے۔علمائے لغت نے معنی کے اعتبار سے جمع مکسّر کی دو قسمیں قرار دی ہیں: جمع قلت اور جمع کثرت۔

جمع قلّت کا اطلاق تین سے دس تک ہوتا ہے جب کہ کثرت دس سے زیادہ کے لیے آتی ہے۔ اگر ''ملوک'' کو جمع قلّت ہی قرار دیا جائے تو تین سے لے کر دس تک ''بادشاہوں'' کا ہونا ضروری ہے لیکن تین سے کم پر تو اس لفظ کا اطلاق بالکل ہی نہیں ہوسکتا۔

زیرِ بحث حدیث میں حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کی زبان سے ''ملوک'' کا لفظ جو کہلوایا گیا ہے تو اس وقت بنی مروان میں سے صرف ایک اور اوّلین ''بادشاہ'' عبدالملک م ۸۶ھ موجود تھے۔اس لحاظ سے بھی ''ملوک من شرّ الملوک'' کا

جملہ صحیح نہیں ہے۔

جب کہ حقیقت یہ ہے کہ عبدالملک پر ''مَلِکٌ'' کا اطلاق نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ زیرِ بحث حدیث کی نسبت بدرجہا زیادہ قوی، صحیح اور صریح روایت کے مطابق حدیث ''بارہ خلفاء'' کا مصداق ہیں جن کے دور میں نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کے مطابق دینِ اسلام غالب رہا تو ایسی مضبوط حدیث کے مصداق خلیفہ کو آخر کس طرح برا بادشاہ کہا جاسکتا ہے؟

سخت حیرت ہے کہ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کی زبان سے نہ صرف عبدالملک کو بلکہ ان کے پیش رو خلفاء کو بھی ''شرّ الملوک'' کہلوایا گیا ہے۔ معاندین اور اعدائے صحابہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تو رہے ایک طرف خود حضرات ثلاثہ رضی اللہ عنہم بھی اسی زمرے میں شامل ہیں (العیاذ باللہ) لیکن زیرِ بحث حدیث کی صحت پر ''ایمان'' رکھنے والوں سے بصد ادب درخواست ہے کہ وہ روایت کے متن کی روشنی میں اس قدر وضاحت تو فرما دیں کہ ''شرّ الملوک'' کی فہرست میں کون کون سے ''مروانی'' بادشاہ شامل ہیں؟

مزید برآں یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں بنومروان میں سے واحد اور اکلوتے ''برے بادشاہ'' عبدالملک ہی برسرِ اقتدار آئے تھے اور خود حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ بھی ان کی بیعت میں داخل تھے کیونکہ ۷۳ھ میں عالم اسلام کا ان کی ''بادشاہت'' پر اتفاق ہوگیا تھا۔

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ امّ المومنین امّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے انہیں آزاد کیا تھا۔ ان کے اصل نام (رومان، عبس، مہران، عقبہ بن مارقہ، عمیر) کنیت (ابوالبختری، ابوعبدالرحمٰن) اور سکونت (بطن نخلہ، فارس) وغیرہ کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ (جاری ہے)

اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ کا نتیجہ!

پروفیسر محمد حمزہ نعیم

وہ کہتا ہے''ہم نوکری کر رہے ہیں۔ اپنی صلاحیتیں کھپا رہے ہیں۔ اس کے بدلے میں تنخواہ مل جاتی ہے۔ یہ ناجائز کیسے ہوگئی۔ سودی کاروبار تو بنک کے مالکوں کا ہے ہمارا تو نہیں۔'' جواب دیا'' درست ہے کسی قحبہ خانے یا شراب خانے میں آپ کو لکھت پڑھت کا یا صرف نگرانی کا حیران کن بھاری معاوضہ مل جائے تو اسے بھی آپ اپنی مزدوری قرار دیں گے۔'' گناہ کبیرہ تو کئی ہیں۔ جھوٹ گناہ کبیرہ ہے، شرک گناہ کبیرہ ہے، کفر گناہ کبیرہ ہے، والدین کی نافرمانی گناہ کبیرہ ہے، ٹخنوں سے نیچے شلوار یا چادر لٹکانا گناہ کبیرہ ہے، لوٹ مار، رشوت، ظلم وستم، چوری، ڈاکہ گناہ کبیرہ ہیں۔ شراب بھی گناہ کبیرہ ہے، قتل مسلم بھی ناقابل معافی گناہ کبیرہ ہے۔ لیکن کسی بھی گناہ پر اللہ اور رسول کی طرف سے جنگ کا اعلان نہیں ہوا۔ یہی ایک ایسا گناہ ہے۔ سود کا لین دین، لکھت پڑھت اور کسی بھی لحاظ سے سود کے کاروبار میں حصہ دار بننا، یہ ایسا گناہ کبیرہ ہے کہ حدیث رسول علیہ السلام میں ۳۶ مرتبہ سگی ماں سے زنا کرنا ایک طرف اور سود کی قباحت اس کے مقابل زیادہ ہے۔ پورے قرآن میں صرف یہ ایک ایسا گناہ اور ایسی نافرمانی ہے جس پر فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ کہ اگر تم سود نہیں چھوڑتے تو اللہ اور اس کے رسول کا اعلان جنگ سمجھ لو۔ (القرآن)

اہل وطن کی غالب اکثریت ابھی تک سودی بنکوں کے ذریعے لین دین کر رہی ہے سود کو پرافٹ اور مارک اپ کے نام پر کھا رہی ہے۔ سودی قرضے صرف بینکوں میں ہی نہیں عام مسلمان بھی آپس میں لے دے رہے ہیں۔ کیا ابھی تک مسلمانوں کے کانوں تک اللہ کی اور اس کے رسول کی آواز نہیں پہنچی؟ حالانکہ قرآن کا اعلان ہے کہ جب اللہ اور رسول مسلمانوں کے کسی معاملے کا فیصلہ فرما دیں پھر کسی مسلمان کے بس میں سر جھکائے بغیر کچھ اختیار نہیں رہتا۔

آخر یہ امت مسلمہ ہی پر آئے روز زلزلے، سیلاب، ارضی وسماوی آفات، یہودیوں، نصرانیوں، بچھڑا اور گائے پوجنے والوں کا تسلط، چاروں طرف سے اہل اسلام پر ظلم وستم، قید و بند جیسے مصائب و بلایا...... امریکہ اور اس کے چالیس ساتھیوں کی روز کی بمباری اور ڈرون حملے...... کشمیر، فلسطین، کسوو، شیشان، افغانستان اور پاکستان پر کالی پیلی افواج اور خود محبّ وطن روشن خیال پاکستانی فوج کے محبّ وطن پاکستانیوں پر ایف 16 اور دیگر آتش وآہن سے بھرپور بمباری، لال مسجد، جامعہ حفصہ اور دیگر دینی اداروں پر پاکستانی امن وامان کی محافظ فوج، رینجرز اور پولیس کے چھاپے اور سیاہ کاری اور ہم وطنوں کی امریکہ کو ڈالروں کے بدلے فروخت، یہ سب کچھ کیا اللہ اور رسول کے خلاف اعلانِ جنگ کا نتیجہ تو نہیں؟ غور کیجیے اور راہِ عمل درست کیجیے!

مفکرِ احرار چودھری افضل حق رحمۃ اللہ علیہ

(۱۸۹۱ء......۱۹۴۲ء)

سید محمد کفیل بخاری

چودھری افضل حق ضلع ہوشیار پور کے قصبہ گڑھ شنکر میں ۱۳۰۸ھ مطابق ۱۸۹۱ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم امرتسر میں حاصل کی۔ ۱۹۱۰ء میں میٹرک اور ۱۹۱۲ء میں ایف اے کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۱۳ء میں دیال سنگھ کالج لاہور میں داخلہ لے لیا۔ بڑے بھائی کی اچانک وفات اور اپنی صحت کی خرابی کے باعث تعلیم ترک کرنا پڑی۔ ۱۹۱۷ء میں بطور انسپکٹر محکمہ پولیس میں بھرتی ہوگئے۔ تحریک خلافت ۱۹۲۱ء اپنے شباب پر تھی اور لدھیانہ میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر تھی۔ افضل حق محکمہ کی طرف سے تقریر کے نوٹ لینے پر مامور ہوئے۔ شاہ جی نے دورانِ تقریر اچانک افضل حق کی طرف دیکھا اور مخاطب کر کے گرجدار لہجہ میں کہا:

> ''جب میں ایسے مسلمان نوجوانوں کو فرنگی کی وردی میں دیکھتا ہوں تو میرا خون کھول اٹھتا ہے یہ نوجوان میرا ساتھ دیں تو فرنگی اقتدار خاک میں ملا دوں۔''

یہ سنتے ہی افضل حق نے ملازمت سے مستعفی ہونے کا فیصلہ کر لیا۔ چند ہی روز بعد استعفیٰ دے کر تحریک خلافت میں سرگرم ہوگئے۔ تحریکِ ترکِ موالات کے سلسلے میں پہلی بار ۱۴ فروری ۱۹۲۲ء کو گرفتار کر کے جیل بھیج دیے گئے۔ ۱۹۲۴ء میں پنجاب لیجسلیٹو کونسل کے رکن منتخب ہوئے اور بارہ برس تک سیاسی و ملّی اور قومی خدمات انجام دیتے رہے۔ کچھ عرصہ کانگریس ورکنگ کمیٹی کے رکن بھی رہے۔ ۱۹۲۹ء میں سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ، مولانا داؤد غزنویؒ، شیخ حسام الدینؒ، مولانا ظفر علی خانؒ، غازی عبدالرحمٰنؒ اور دیگر رفقاء سے مل کر مجلس احرار اسلام کی بنیاد رکھی۔ آزادیٔ وطن کے لیے درجن سے زائد تحریکوں کو پروان چڑھایا اور تادمِ آخر احرار سے منسلک رہے۔ فوجی بھرتی بائیکاٹ تحریک ۱۹۳۹ء میں گرفتار کر کے راولپنڈی جیل میں نظر بند کر دیے گئے۔ جہاں جرم حریت پسندی کی پاداش میں حکومت کے ایماء پر آپ کو سیندور کھلا دیا گیا۔ گلا متاثر ہوا اور آواز ہمیشہ کے لیے بیٹھ گئی۔ کھڑی بیڑی لگائی گئی نتیجتاً دایاں بازو مفلوج ہوگیا۔ رہا ہوئے مگر صحت مند نہ ہو سکے۔ بائیں ہاتھ سے لکھنا سیکھا اور تا زیست اسی سے لکھتے رہے۔

۱۴ کے قریب کتابیں لکھیں۔ جن میں ''زندگی'' ان کا شاہپارہ ہے۔ جس میں سیرِ افلاک کے ذریعے مکافاتِ عمل کی حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ سیرتِ طیبہ کے موضوع پر ''محبوبِ خدا'' بھی اہم ہے جس میں ان کا قلم اسلوب کی چاشنی کے اوج پر نظر آتا ہے۔ آپ بیتی ''میرا افسانہ'' شائع ہو چکی ہے دیگر کتابوں میں ''پاکستان اور اچھوت''، ''فتنۂ ارتداد اور پولیٹیکل قلابازیاں'' (سیاسیات)، ''دنیا میں دوزخ'' (جیل خانہ کی روداد)، ''تاریخ احرار''، ''آزادیٔ ہند'' (داستان) ''جواہرات'' (افسانوں کا مجموعہ)، شعور (اصلاحی تمثیل)، ''معشوقۂ پنجاب'' (داستان) اور ''دیہاتی رومان'' (ناولٹ) وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

وہ ایک صاحب طرز ادیب، عظیم مفکر و مصلح اور بلند کردار سیاست دان تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں زبان و قلم پر بے پناہ

قدرت عطا کی تھی۔ وہ ایک دردمند دل رکھنے والے انسان تھے۔ قوم کے اخلاقی، سیاسی اور فکری شعور کی بیداری کے لیے انھوں نے زبان وقلم دونوں کو استعمال کیا۔ اللہ کی عبادت، رسول کی اطاعت اور مخلوقِ خدا کی بلا امتیاز خدمت ان کی زندگی کا نصب العین رہا۔ اپنی اصابتِ رائے اور شعور کی بالیدگی کی بنیاد پر وہ بجا طور پر احرار کا دماغ کہلاتے تھے۔ احرار نے کئی موقعوں پر صرف اُن کی بصیرت پر اعتماد کرتے ہوئے قومی اور بین الاقوامی معاملات میں اپنی پالیسی کو ترتیب دیا۔

ان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی اس حدیث کا مصداق تھی کہ ''خیر الناس من ینفع الناس'' (بہترین انسان وہ ہے جو دوسروں کو فائدہ پہنچائے) طبقاتی کشمکش، دولت کی غیر مساوی تقسیم، سماج کی معاشی ناہمواری، رنگ ونسل کے امتیازات، ارتکاز زر، سرمایہ پرستی اور اسراف، سُستی اور کسل مندی سے نفرت، صفائی کی اہمیت اور تمبا کو نوشی سے اجتناب ان کے پسندیدہ موضوعات ہیں۔ وہ اپنی تحریروں کے ذریعے ظلم اور استحصال کے شکار انسانوں میں اپنے غصب شدہ حقوق کے حصول کے لیے جرأت اور جذبہ بیدار کر کے انھیں شعور وآگہی سے ہم کنار کرنا چاہتے ہیں۔

سرمایہ پرستی اور زیر دستوں پر ظلم کے خلاف ان کی جارحانہ تحریروں کی بنیاد پر بعض دین داروں اور بعض دین بیزار نام نہاد ترقی پسندوں نے یہ پروپیگنڈہ شروع کر دیا کہ افضل حق ''اشتراکی'' تھے۔ حالانکہ یہ محض ذہنی اپج اور کج فہمی ہے۔ افضل حق توحید پرست مسلمان مجاہد تھے اور ان کی تحریریں، خود ان کے افکار ونظریات پر شاہد عدل ہیں۔ اس الزام کی حقیقت سمجھنے کے لیے ''خطباتِ احرار'' میں آل انڈیا احرار کانفرنس پشاور اپریل ۱۹۳۹ء میں چودھری صاحب کے خطبہ صدارت کے درج ذیل اقتباسات کافی وشافی ہیں۔

> ''احرار جو ساقی کوثر کے نورانی ہاتھوں سے جامِ اسلام پی چکے ہیں۔ پہلے ہی سے اخوت ومساوات کے نشے سے سرشار ہیں۔ ہم کارل مارکس کی اقتصادی تھیوری کو اسلام کی پوری تعلیم کی ادھوری تاویل سمجھتے ہیں...... مسلمان سچے طور پر مساوات کا علمبردار ہے۔ سوشل ازم کو ابھی اسلام سے بہت کچھ سیکھنا ہے۔'' (''خطباتِ احرار''، ص ۳۰، ۳۱)

> ''سوشلسٹ کائنات کو اتفاقی حادثہ اور خدا کو کمزور طبیعت انسانوں کے وہم کی تخلیق قرار دیتے ہیں۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ خدا ہمارے وہم کی تخلیق نہیں بلکہ اس کے سوا سب کچھ وہم ہے۔ وہی تو رحم کا تقاضا بن کر انسان کو غریب کی ہمدردی کے لیے بے چین کر دیتا ہے۔ ایسے خدا کے خلاف صف آراء ہونے کی بجائے اس کی توفیق حاصل کر کے ہم ان قوتوں کے خلاف پنجہ آزما ہونا چاہتے ہیں جو غریب اور کمزور کو دبا کر رکھنا چاہتے ہیں۔'' (ایضاً، ص ۲۷، ۲۸)

مفکرِ احرار چودھری افضل حق نے ساری زندگی فقرِ غیور کی آن بان کے ساتھ گزاری۔ قانون ساز اسمبلی کے رکن کی حیثیت سے ملنے والا اعزازیہ کئی غریب احرار کارکنوں کے لیے گھر چلانے کا ذریعہ تھا۔ بذاتِ خود کئی دفعہ فاقے کی سنت پر عمل کرنے کی توفیق شاملِ حال رہی۔ ایسی نوبت بھی آئی کہ عید کے دن بھی اہل خانہ کے کھانے کے لیے نانِ جویں تک میسر نہ ہو سکے۔ ۸/ جنوری ۱۹۴۲ء کو دفتر مجلس احرار اسلام۔ لاہور میں موت کو لبیک کہا اور افقِ حریت کا یہ آفتاب ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا۔ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور قبرستان میانی صاحب میں آسودۂ خاک ہوئے۔ وہ زندہ تھے تو اقبال، ابوالکلام آزاد، محمد علی جوہر، عطاء اللہ شاہ بخاری، ظفر علی خان، نہرو اور گاندھی ایسے بڑوں کا خراجِ تحسین انھیں میسر رہا اور چل بسے تو ان کی اپنی ہی قوم کے چھوٹوں نے اپنے تئیں ادب ودانش اور تاریخ وتذکرہ کی نمائش گاہوں میں ان کا داخلہ بند کر دیا۔

ایک خادمِ خلق کی کہانی

(مفکرِ احرار چودھری افضل حق رحمۃ اللہ علیہ)

غلام دستگیر ربانی

چودھری افضل حق کا شمار پاک و ہند کی ان چند ایک دانش ور ہستیوں میں ہوتا ہے جو خالص انسانی بنیادوں پر سماج سدھار کے علم بردار تھے۔ چودھری صاحب کے بارے میں کوئی بھی شخص بلا تأمل یہ کہنے کو تیار ہے کہ وہ ایسے خادمِ خلق انسان تھے جن کی سوچ کا ہر دائرہ اور زندگی کا ہر لحہ یہی محنت کرنے میں گزرا کہ ایک بہتر انسانی معاشرے کی تشکیل کیسے ممکن ہو؟ بھوک، ننگ، کفر و شرک، جہالت، مصیبت، تنگی، بیماری، جبر اور غلامی کی زنجیروں میں جکڑے لاکھوں انسانوں کی نجات کے سوال پر سوچنے والا یہ ذہن جب راتوں کو جاگ جاگ کر معیشت و معاشرت کی حقیقت۔ دین و شریعت، سیاست و ثقافت، تاریخ و فلسفہ اور شعر و ادب کی پرتیں کھولتا ہے تو شخصیت کا وہ پرتو نظر آتا ہے جو مظاہر کی بجائے اشیاء کی حقیقت کو دیکھنے اور پرکھنے کی اہلیت رکھتا ہے۔

دنیا اور معاشرے پر انسانیت ذہن کو مقدم جاننے والا یہ خادمِ خلق اپنی تمام زندگی ایک جہدِ مسلسل سمجھ کر گزارتا ہے۔ اور فرد کی آزادی سے لے کر اجتماعی آزادی کے حصول کے لیے کوشاں وقت کے حاکموں کے ظلم تلے قسم قسم کی صعوبتیں سہتا نظر آتا ہے۔ وہ جیل کی آہنی سلاخوں کے پیچھے رہ کر یا پھر عوام کے بے حد قریب ہو کر اپنے مشاہدات و تصورات کو وقت کی کسوٹی پر پرکھتا ہے اور جب وہ ادب کے میدان میں آتا ہے تو جیلوں میں بہائے آنسوؤں کی نمک جیسی تلخی جا بہ جا اس کے شہ پاروں میں بکھر جاتی ہے۔

افسانوی ادب میں چودھری افضل حق کہانیوں کے دو مجموعے زندگی اور جواہرات کے ناتے ایک خاص ادبی مقام رکھتے ہیں۔ اگر چہ ان کی وجۂ شہرت ادیب کے بجائے سیاسی زعیم کی ہے اور بقولِ شورش کاشمیری ''وہ ادب کے میدان میں اس لیے آئے کہ طاؤس و رباب کے شیدائیوں سے انھی کے رنگ میں اپنی بات کہنا چاہتے تھے''۔ شورش مرحوم کی اس بات سے کلی اتفاق نہیں کیا جا سکتا کیونکہ بقول انھی کے چودھری صاحب نے ''ادب کو ادب کی خاطر نہیں بلکہ نفسیاتِ عمومی کے اندازہ شناس کی حیثیت میں مقصد کی خاطر اختیار کیا ہے''۔

ہر ادب کے بطن میں ایک مقصد پنہاں ہوتا ہے لیکن ہر ادب کو مقصدی یا افادی ادب نہیں کہا جا سکتا۔ چودھری صاحب کی اخلاقی و اصلاحی کہانیاں نہ صرف مقصدی ادب کے زمرے میں آتی ہیں بلکہ معاشرتی و سماجی روایات کی مظہر بھی ہیں اور ناقد

بھی۔غلام معاشرے کے فرد کی معاشرتی سربلندی، ان کے افسانوں کا بنیادی موضوع ہے۔''جواہرات'' یا ''زندگی'' کی کہانیوں کو جدید تنقیدی معیارات پر نہیں پرکھا جاسکتا کہ افسانے کے میدان میں ارتقائی سفر کی روداد بہت لمبی ہے اور جہاں موضوعاتی بنیادوں پر افسانے میں تبدیلی رونما ہوئی ہے وہاں ہیئتی، لسانیاتی، اسٹرکچرل اور فکری سطح پر بھی تبدیلی واقع ہو چکی ہے۔لہذا جس طرح راشد الخیری اور صادق الخیری اردو ادب میں تکنیک کے بجائے اسلوبِ انشاء کو مقدم جاننے والے سمجھے جاتے ہیں اسی طرح افضل حق بھی افادی و اخلاقی ادب تحریر کرنے میں اہم نام کی حیثیت و مقام رکھتے ہیں۔مگر افسوس یہ کہ افسانے کی تاریخ مرتب کرتے ہوئے ان کا نام فراموش کر دیا جاتا رہا ہے۔تقابلی نظر سے دیکھا جائے تو موضوعات اور ذاتی تجربات و مشاہدات کے حوالے سے وہ معاصر کہانی نگاروں سے کہیں مختلف ہیں۔ان کے افسانوں میں آزادی کا جذبہ ایک بنیادی خواہش کا درجہ رکھتا ہے علاوہ ازیں دوسرے انسانی مسائل بطورِ خاص معاشی مسائل کے سائے بھی ان کے افسانوں میں لہراتے رہتے ہیں۔ان کے ہاں امیر اور غریب ہر دو طبقات میں فرق سے پیدا ہوئے والی پیچیدگیاں خاص اہمیت رکھتی ہیں۔

سادہ اسالیبِ بیان میں مشکل اور پُر معنی فلسفیانہ موشگافیاں افضل حق کی کہانیوں کا طرۂ امتیاز ہیں۔

''زندگی'' کی کہانیوں کے بارے میں چراغ حسن حسرت کی رائے یہ ہے کہ ''زندگی صحتِ خیال اور پاکیزگیٔ مطالب کے اعتبار سے دورِ حاضر کے اکثر معنی طراز ادیبوں کی دقیقہ سنجیوں پر فوقیت رکھتی ہے......اور اس کی سطور میں جوش و سرمستی اور خلوص و صداقت کا جو پَرتو نظر آتا ہے وہ ہمارے ادیبوں کی الفاظ آرائیوں کو کہاں نصیب'' اس طرح دیکھا جائے تو چودھری افضل حق اپنے وقت کے نثری انداز اور لب و لہجہ کا مکمل شعور رکھتے تھے اور اس پر انھیں قدرت بھی حاصل تھی۔مسجع و مقفیٰ زبان کے ساتھ الفاظ کی مختلف فضائیں بنانا اُن کا کمال ہے۔مترنم اور خوش آہنگ لہجۂ تحریر قاری کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔شاعرانہ زبان، سیاسی فکر اور بے خوف سپاہی جیسی گرم جوشی ان کی ہر تحریر میں موجود ہے۔

مثال کے طور پر ان کی ایک کہانی کا آغاز دیکھیے:

''میں نے ابھی عمر کی پچیس بہاریں دیکھی تھیں۔مستِ شباب تو تھا ہی، شغلِ شراب نے انجام فراموش کر رکھا تھا......

یا پھر یہ ٹکڑا کہ:

......میں نے شغل طرب چھوڑا اور چھت پر چڑھ کر آسمان کا نکھار دیکھنے لگا۔دریا بہاؤ پر تھا۔پانی کناروں سے اُچھل اُچھل پڑتا تھا۔میں نے اپنی عمر میں ایسی طغیانی اور اتنا پاٹ نہ دیکھا تھا۔ابھی پانی لحہ بہ لحہ بڑھ رہا تھا''

(ایک خادمِ خلق کی کہانی)

ایسی ہی متعدد مثالیں آئینہ ہیں کہ چودھری افضل حق کی بیشتر کہانیاں جہاں موضوعاتی اعتبار سے انسانیت کا درس دیتی نظر

آتی ہیں، اس کے ساتھ ساتھ وہ دکھوں اور خوشیوں، خواہشوں اور تمناؤں کے ملاپ دِکھا کر مکمل زندگی کی تصویریں پیش کرتی ہیں۔

’’زندگی‘‘ اور ’’جواہرات‘‘ کی کئی ایک کہانیاں تسلسل میں لکھی گئی ہیں۔ مثلاً ایک خادم خلق کی کہانی اور ایک معلم کی کہانی وغیرہ ایک واضح تسلسل میں ہیں۔ اسی طرح جواہرات میں موجود کہانیاں ’’رخصتی کے نظارے سے متاثر ہوکر‘‘، ’’دلہن‘‘ اور ’’دیپک راگ‘‘ اور ’’انتظار‘‘ وغیرہ ایک تسلسل کی کہانیاں ہیں۔

’’غلط فہمی‘‘ کے عنوان سے لکھی گئی کہانی میں انھوں نے اپنے عہد کی معاشرت کی عکاسی کرتے ہوئے یہ دکھایا ہے کہ معیشت اور سیاست کی چکی میں پسنے والے اپنی آزادی سے عشق بھی نہیں کر پاتے۔ چودھری صاحب کی کہانیوں میں دیہات کے بارے ان کی مشاہداتی نگاہ بہت تیز ہے۔ انھوں نے پنجاب کے مشہور قصہ ’’پورن بھگت‘‘ کو نثری ڈھنگ میں لکھ کر اردو ادب میں گراں قدر اضافہ کیا ہے۔ اور ان لوک علامات کے ذریعے نئے اور اچھوتے مفاہیم کا تار و پود تیار کیا ہے۔

مجموعی طور پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ چودھری افضل حق جیسی پہلودار شخصیت کے جہاں اور متعدد پہلو ہیں وہاں ان کا افسانہ نگار ہونا ایک خاص معنی رکھتا ہے۔ شخصیت کا یہ پہلو بھی جو کہ ادب کے خادم کی حیثیت سے ہمارے سامنے آتا ہے ان کو خادم خلق ماننے پر ہمیں مجبور کرتا ہے۔ اردو کے افسانوی ادب میں چودھری افضل حق کا مقام اسقدر اہم ہے کہ اس پر تنقید کے نئے در کھلنا چاہیں اور ان کی کہانیوں پر وسیع النظری سے غور کیا جانا چاہیے۔

وہ ایک شخص.......

(بیاد: مفکرِ احرار چودھری افضل حق رحمۃ اللہ علیہ)

نہ وہ خدا تھا نہ اُس کی صفات رکھتا تھا
نہ وہ کسی بھی پیمبر سی بات رکھتا تھا
نہ وہ ملک تھا کہ درکِ خطا نہ رکھتا ہو
نہ وہ خطا پہ کسی بھی طور اکڑتا تھا
وہ ایک شخص تھا جس سے جہان والوں نے
کتابِ زیست کا اک ایک باب سیکھا تھا

(پروفیسر حبیب عاصم)

قسط:۸

ورق ورق زندگی

پروفیسر خالد شبیر احمد

سکول کی عمارت:

پرائمری تک تو میں نے اپنی تعلیم شہر میں ہی اسلامیہ ہائی سکول میں حاصل کی۔ پانچویں جماعت میں ہم اسلامیہ ہائی سکول کی نئی عمارت میں چلے گئے جو لائل پور (فیصل آباد) جانے والی سڑک کے کنارے تعمیر کی گئی تھی۔ پانچویں جماعت سے دسویں جماعت تک کی تمام کلاسیں یہاں منتقل ہوگئیں۔ یہ نئی عمارت ۱۹۴۴ء۔۱۹۴۵ء تک مکمل ہوگئی تھی۔ انتہائی خوبصورت، دلکش اور دیدہ زیب عمارت کہ جس میں داخل ہوتے ہی کشادگی کا احساس دل ودماغ کو فرحت وشادانی کا سامان مہیا کرتا اور عمارت سے اسلامی فنِ تعمیر کا عکس نظر آتا تھا۔ ماحول کو اسلامی بنانے کے لیے دیواروں پر لکھے اشعار خوبصورت کردار ادا کررہے تھے۔ بعض اشعار مجھے آج تک یاد ہیں۔ ؎

توکل کا یہ مطلب ہے کہ خنجر تیز رکھ اپنا　　پھر انجام اُس کی تیزی کا مقدر کے حوالے کر
جہاں میں اہلِ ایماں صورتِ خورشید جیتے ہیں　　اِدھر ڈوبے اُدھر نکلے، اُدھر ڈوبے اِدھر نکلے
تجھے اس قوم نے پالا ہے آغوشِ محبت میں　　کچل ڈالا تھا جس نے پاؤں میں تاجِ سرِ دارا

آج یہ عمارت گورنمنٹ اسلامیہ کالج میں تبدیل ہوگئی ہے۔ ہائی سکول سے انٹر کالج، انٹر سے ڈگری کالج اور پھر ایم۔ اے کلاسوں کے اجراء نے اسے چنیوٹ کا سب سے بڑا تعلیمی ادارہ بنادیا ہے۔ عمارت کی دائیں جانب ایک بڑا وسیع گراؤنڈ ہے جہاں بڑے بڑے جلسوں کا اہتمام ہوتا ہے۔ قومی درجے کے لیڈر عموماً اسی گراؤنڈ میں اہلیانِ شہر سے مخاطب ہوتے ہیں۔

زندگی میں پہلی تقریر:

ابھی اس نئی عمارت میں منتقل ہوئے کچھ عرصہ ہی گزرا تھا کہ سکول میں ایک تقریب کے موقع پر مجھے اپنی زندگی کی پہلی تقریر کرنے کا موقع ملا۔ انجمن اسلامیہ چنیوٹ کی نگرانی میں یہ سکول تعلیمی سرگرمیوں کو جاری رکھے ہوئے تھا۔ اسی انجمن کے کسی اہم فرد کی سکول آمد پر یہ تقریب منعقد کی گئی۔ مجھے اپنی کلاس میں سے تقریر کے لیے چنا گیا۔ ٹیچر انچارج نے کہا کہ کسی سے تقریر لکھوالو اور اسے خوب اچھی طرح یاد کرلو۔ میں نے اپنے چچا جاوید منیر احمد سے کہا تو وہ مجھے قاضی جعفر قاسمی کے پاس ان کے گھر لے گئے۔ جو شہر کے ایک علمی گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ ''شہرلبِ دریا'' میں ان پر ایک الگ باب رقم کیا گیا ہے۔ اس وقت وہ اسی سکول میں دسویں جماعت کے طالب علم تھے اور بطور شاعر شہر بھر میں ان کا اچھا خاصا چرچا تھا۔ قاضی جعفر قاسمی نے مجھے ایک مختصر تقریر لکھ دی۔ جو میں نے بڑی محنت سے یاد کرلی۔ انہوں نے دو چار مرتبہ مجھ سے میری تقریر سنی اور کچھ ہدایات بھی دیں کہ تقریر کرتے ہوئے گھبرانا نہیں، ضرورت سے زیادہ کہیں رُکنا بھی نہیں۔ کس

جگہ بلند آواز سے بولنا اور کس جگہ قدرے کم آواز سے۔ ہاتھوں کو کس طرح استعمال کرنا ہے۔ کس فقرے پر اپنے ہاتھ کو بلند کرنا ہے۔ انہوں نے خصوصی طور پر یہ بھی کہا کہ تقریر ایسا عمل ہے کہ جس میں جوش، جذبے اور ولولے کی بھی اشد ضرورت ہوگی، اس کا اظہار بھی دورانِ تقریر ضروری ہے۔ لوگوں کو یہ احساس ہو کہ تم تقریر کر رہے ہو نہ کہ کتاب پڑھ رہے ہو، جو کچھ تم نے تقریر میں کہنا ہے اس طرح کہنا کہ یہ تمہارے دل کی آواز ہے۔ تلفظ اور لہجے کا بھی خاص خیال رکھنا ہے۔ اگر کسی لفظ کا تلفظ غلط ہو تو تقریر کا تأثر بھی غلط ہو جاتا ہے۔ ایسی بہت سی ہدایات تھیں جو میرے پیش نظر تھیں۔ تقریر تو اس وقت پوری یاد نہیں تاہم ابتدائی چند فقرے یاد ہیں، جن سے تقریر کی نوعیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ تقریر کا ابتدائیہ کچھ اس طرح تھا۔

''اے اسلام کی حُریت پہ کٹ مرنے والے مجاہد! تیرے نام سے اسلام کا نام زندہ اور باقی ہے۔ تو نے ہاں ہاں! تُو نے ہی تو میدانِ جہاد میں اسلام کے نام کو تابندہ اور اسلام کے علم کو سر بلند رکھا۔ اور غیرت ملی سے دین دشمن قوتوں کی صفوں میں ہلچل مچائے رکھی تُو نے ہی قیصر و کسریٰ کے کرّ و فر، شان و شوکت کو اپنے پاؤں کی ٹھوکر پر رکھا اسی لیے جب تجھے شہادت کا مژدہ سنایا جاتا ہے تو تیرے نورانی چہرے پر مسرّت و انبساط کی کرنیں رقص کرنے لگتی ہیں۔''

جب تقریر کرنے کا وقت آیا تو سارے سکول کے طالب علم موجود تھے۔ سکول کی عمارت کے آگے کھلے صحن میں سکول کا سارا عملہ کرسیوں پہ بیٹھا تھا۔ ہیڈ ماسٹر طفیل محمد صاحب اور مہمانان گرامی ان کرسیوں کے درمیان خصوصی نشستوں پر تشریف فرما تھے۔ تلاوت ونعت کے بعد جب میں تقریر کے لیے اٹھا تو مجھے کسی قسم کی کوئی گھبراہٹ نہیں تھی۔ بڑی محنت کے ساتھ تقریر تیار کی تھی۔ تقریر کرتے ہوئے مجھے یُوں محسوس ہو رہا تھا کہ میرے ہی ہاتھ میں اسلام کی تلوار ہے جس سے میں دشمنانِ اسلام کے خلاف جہاد میں مصروف ہوں۔ جوش اور ولولہ نے تقریر سے بڑھ کر خود مقرر کو اپنی گرفت میں لے رکھا تھا۔ ہر طرف تالیوں کی گونج سے تقریر کا تأثر واضح ہوتا تھا۔ تقریر ختم ہوئی تو مجھے مہمانِ خصوصی کے سامنے پیش کیا گیا۔ انہوں نے مجھے شاباش دی اور بطور انعام چاندی کا ایک روپیہ بھی دیا۔ ہیڈ ماسٹر طفیل محمد صاحب نے تو مجھے فرطِ مسرّت میں اوپر اٹھا لیا۔ میرا منہ، سر چوما اور نہایت حوصلہ افزائی کی۔

یہ تقریر میرے اعتماد اور میری قوتِ گفتار اور میرے جذبات کے اظہار کا پہلا مرحلہ تھا جسے میں نے بہر حال سر کر لیا۔ اس تقریر کی کامیابی کا سہرا جماعت احرار کے اس تربیتی ماحول کے سر تھا جس میں رہتے ہوئے میرے اندر اعتماد پیدا ہوا اور اسٹیج کے خوف میں گرفتار نہیں ہوا۔

سکول کے اساتذہ:

سکول کے تمام اساتذہ انتہائی محنتی اور تجربہ کار تھے۔ ہیڈ ماسٹر طفیل محمد صاحب تو سکول کی زینت تھے۔ نظم وضبط ان کی پہلی ترجیح تھی۔ تمام اساتذہ فطری طور پر بنے تھے اور مشنری جذبے کے ساتھ پڑھاتے تھے۔ آج کل کی طرح ''بائی چانس''، یا مجبوراً استاد نہیں تھے سیکنڈ ہیڈ ماسٹر جناب سلطان محمد تھے۔ ماسٹر اقبال صاحب یہاں سے کوئٹہ چلے گئے تھے۔ جب میں 1952ء میں کوئٹہ گورنمنٹ کالج کے ساتھ ہاکی کا میچ کھیلنے کے لیے وہاں گیا تو مجھے اتفاقاً مل گئے۔ مدتوں بعد

اپنے شفیق استاد کی غیر متوقع زیارت نے مجھے ایک عجیب کیفیت میں مبتلا کر دیا اور میں گزرے لمحوں کی یاد میں کافی دیر تک کھویا رہا۔ اسی طرح ماسٹر خیال مراد آبادی اردو کے فاضل اور مستند استاد تھے۔ مرزا محمد اسحٰق، ماسٹر شیخ محمد صادق، ماسٹر عطا محمد سہارن صاحب..... سکول کا نقشہ بھی جن کی ذہنی کاوش کا ہی نتیجہ تھا...... ڈرائنگ ماسٹر تھے۔ ماسٹر محمد بشیر صاحب میرے چچا (والدِ محترم کے ماموں زاد بھائی) تھے جو انگریزی اور حساب میں شہر بھر میں خصوصی مہارت کی وجہ سے جانے جاتے تھے۔ خود میرے والدِ محترم نذیر مجیدی بھی اس وقت انگلش گرائمر پڑھاتے تھے لیکن جلد ہی یہاں سے مستعفی ہو کر کاکول اکیڈمی چلے گئے۔

بچپن کی ایک شرمساری:

اسی سکول میں مَیں نے زندگی میں ایک چوری کی جو مجھے رہتی عمر تک یاد رہے گی اور اس سلسلے میں مجھے جو شرمندگی اٹھانا پڑی اس کا مجھے آج بھی شدت کے ساتھ احساس ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ شرمندگی فی نفسہٖ ایک ایسی سزا ہے جو مار پیٹ اور ڈانٹ ڈپٹ سے کہیں زیادہ شدید ہے۔ اس چوری کے حوالے سے میرے اس جماعت کے انچارج ٹیچر جو غالباً ملتان سے متعلق تھے ان کی انسانی نفسیات پر گہری نگاہ مجھے آج بھی جب میں یہ واقعہ تحریر کر رہا ہوں حیران و ششدر کر رہی ہے، ہوا یوں کہ ان کی کلاس میں میرے پاس بیٹھے ایک لڑکے نے کھڑے ہو کر کہا کہ ''سر میرے بستے سے کسی نے میری کہانی والا ایک کتابچہ نکال لیا ہے۔ اس شکایت پر استادِ محترم نے سب سے پہلے مجھ سے پوچھا کیونکہ میں اس کے ساتھ والی نشست پر بیٹھا تھا۔ میرا جواب تھا کہ:

> ''میرے پاس ایسے کئی کہانی والے کتابچے پہلے ہی موجود ہیں، جو میں اپنے والد صاحب سے اصرار کر کے منگواتا ہوں۔ مجھے کہانیاں یاد کر کے دوسروں کو سنانے کا بہت شوق ہے۔ لہٰذا میرے پاس پہلے ہی جب ایسے کتابچے بڑی تعداد میں موجود ہیں تو مجھے اس کے بستے سے اس کے کتابچے نکالنے کی کیا ضرورت ہے''

میری اس تقریر سننے کے بعد استادِ محترم نے فوراً مجھے کہا ''شبیر! اپنے دائیں ہاتھ سے اپنے بستے سے اس کا کہانی والا کتابچہ نکال کر اسے واپس کر دو''۔ میں ششدر رہ گیا اور میں نے انتہائی شرمندگی کے ساتھ وہ کتابچہ اسے واپس کر دیا جو میں نے ہی اس کے بستے سے نکالا تھا۔

دہلی میں قیام ۱۹۴۵ء۔۱۹۴۶ء:

والد صاحب تو چنیوٹ سے کاکول چلے گئے۔ ہم یہاں پر ان کے بغیر ہی رہ رہے تھے۔ کاکول میں خط کتابت کے ذریعے ان سے رابطہ تھا۔ لیکن اچانک ان کے ایک خط کے ذریعے پتہ چلا کہ وہ کاکول کی نوکری بھی چھوڑ کر دہلی گئے ہیں۔ وہاں انہوں نے کوئی کاروبار شروع کر دیا ہے۔ چند ہی دنوں کے بعد ان کا ایک اور خط موصول ہوا کہ انہوں نے دہلی میں ہماری رہائش کے لیے بھی جگہ لے لی ہے اور لکھا کہ تم لاہور آ کر دہلی جانے والی گاڑی سے دہلی آ جاؤ۔ دن اور تاریخ سے مطلع کر دو اور وہ ہمیں دہلی ریلوے اسٹیشن سے لے لیں گے۔ چنانچہ ہم انتہائی خوشی کے ساتھ دہلی کے لیے تیاریوں میں مصروف ہو گئے۔ جب ہم نے تیاری مکمل کر لی تو والد صاحب کو چلنے سے چند روز پہلے بذریعہ خط دہلی پہنچنے کے دن اور تاریخ سے مطلع بھی کر دیا جس روز ہم نے چنیوٹ سے لاہور کے لیے اپنے ماموں زاد بھائی محمد بشیر راجھہ مرحوم کے ساتھ جو محکمہ ڈاک میں ملازم تھے، روانہ ہونا تھا، والد

صاحب سے ملاقات کے شوق میں اس سے ایک روز پہلے ہی روانہ ہو گئے۔ یہ خیال لاہور پہنچ کر ہوا کہ ہم تو دہلی اس دن سے ایک دن پہلے جو ہم نے والد محترم کو لکھ رکھا ہے، پہنچ جائیں گے تو ہم نے لاہور سے ایک ٹیلی گرام کے ذریعے انہیں اطلاع دے دی کہ ہم مقررہ دن سے ایک دن پہلے دہلی پہنچ رہے ہیں اس لیے آپ ایک دن پہلے ہمیں ریلوے سٹیشن سے لے لیں۔

لاہور ریلوے سٹیشن سے گاڑی رائے ونڈ کے لیے روانہ ہوئی، رات کا وقت تھا، پھر رائے ونڈ سے گاڑی جالندھر، رہتک، حصار، کرنال، گڑگاؤں، پانی پت اور سہارن پور والی لائن پر روانہ ہوئی۔ سفر انتہائی سکون کے ساتھ طے ہوا گاڑی ہر سٹیشن پر اپنے وقت پر رکتی اور چلتی رہی۔ مسافروں میں سے کسی کو کسی قسم کی کسی دوسرے مسافر سے کوئی شکایت نہیں تھی۔ غالباً صبح دس گیارہ بجے کے قریب گاڑی دہلی ریلوے سٹیشن پر رکی اپنے ڈبے سے باہر آئے، مختصر سامان کے ساتھ ہمارا چھوٹا سا قافلہ جس میں والدہ محترمہ اور مجھ سے چھوٹے تین بھائی صغیر احمد، نصیر احمد اور ظہیر احمد جو والدہ کی گود میں تھا جب دہلی کے ریلوے سٹیشن پر پہنچا تو میرے ذہن میں پہلی جماعت کے اردو قاعدہ کی ایک عبارت نہ جانے کیوں بار بار مجھے دہلی کے بڑے شہر ہونے سے ڈرانے لگی، عبارت تھی ''دہلی بڑا شہر ہے، تم اس نکڑ پر ٹھہرو، میں ٹوکری میں بھُٹے لاتا ہوں، آج مسور کی دال پکالو۔''

دہلی ریلوے سٹیشن پر پریشانی:

دہلی کے بڑے شہر ہونے کا رعب تو تھا ہی لیکن میں اس کیفیت کے باوجود پُر عزم بھی تھا کہ اگر شہر بڑا ہے تو کیا، میں بھی اب بڑا ہو چکا ہوں۔ ہم پلیٹ فارم پر اپنے مختصر سامان کے ساتھ تھے لیکن والد صاحب کہیں نظر نہ آئے اور وقت کے ساتھ ساتھ ہماری پریشانی میں اضافہ ہو رہا تھا۔ قلی بار بار ہمارے پاس آ کر کہتے کہ سامان اٹھائیں لیکن ہم انکار کرتے رہے کہ ہمیں کسی کا انتظار ہے جب آدھ پون گھنٹے کے بعد بھی والد صاحب نہ آئے تو میں نے اپنی والدہ صاحبہ کو تسلی دیتے ہوئے کہا کہ مجھے والد صاحب کا پتہ یاد ہے۔ اسی پتہ پر اللہ کا نام لے کر چلتے ہیں، جس پتہ پر ہم والد صاحب کو خط لکھتے تھے، وہ مجھے ازبر ہے ''نیولیڈر کو، بلی ماراں دہلی''۔ میں نے جی کڑا کر کے قلی سے کہا کہ سامان باہر لے چلو۔ ہم ریلوے سٹیشن سے نکل کر باہر سڑک پر آ گئے اور ایک تانگے والے سے کہا کہ ہمیں بلی ماراں لے چلو۔ سامان تانگے پر رکھ لیا اور یہ پریشان قافلہ اپنی منزل کی تلاش میں چل نکلا۔ سٹیشن سے باہر ہمارے بائیں ہاتھ گاندھی گارڈن تھا۔ ذرا آگے گئے تو دائیں ہاتھ پر دہلی کارپوریشن کی عمارت تھی جس کے بعد ہم دہلی کے مشہور بازار چاندنی چوک میں آ گئے۔ چاندنی چوک میں داخل ہو کر ہم اپنے دائیں ہاتھ مڑ گئے ساتھ ہی گھنٹہ گھر کی عمارت تھی جسے کراس کر کے آگے بڑھے تو تانگہ بائیں ہاتھ مڑ گیا۔ تانگے والے نے کہا کہ یہ بلی ماراں کا محلّہ شروع ہو گیا ہے۔ مجھے یاد ہے کہ اتوار کا دن تھا، بلی ماراں کی سڑک کے دونوں طرف دکانیں بند تھیں۔ میں نے تھوڑی دور چل کر تانگہ کھڑا کرنے کو کہا اور آتے جاتے لوگوں سے پوچھا کہ یہاں ''نیولیڈر کو'' کہاں ہے؟ کسی نے اس بارے میں کچھ نہ بتایا تو میں نے تانگے والے سے کہا کہ ذرا آگے چلیے۔ وہ آگے چل دیا، راستے میں رُک رُک کر ہم ''نیولیڈر کو'' کا پوچھتے رہے لیکن کسی نے ہمیں نہ بتایا۔ پھر تانگے والے سے کہا کہ اب واپس اسی جگہ چلو جہاں سے ہم بلی ماراں میں داخل ہوئے تھے۔ اس نے تانگہ واپس کیا تو تھوڑی دور کے بعد تانگے والے نے تنگ آ کر کہا کہ آپ کو جہاں جانا ہے اس کا آپ کو پتہ نہیں۔ میرا تانگہ خالی کرو کسی سرائے میں

چلے جاؤ۔ میرا تانگہ کوئی آپ نے مول لے لیا ہے کہ چھوڑتے نہیں ہو۔ والدہ صاحبہ یہ سن کر رونے لگ گئیں۔ چھوٹے بھائی مجھے دیکھتے اور میں پریشان ہونے کے باوجود والدہ صاحبہ کو تسلی دیتا، بالآخر میری تانگے والے سے لڑائی ہوگئی۔ وہ کہتا تانگہ خالی کرو، میں کہتا کہ ہم اس وقت تک تانگہ خالی نہیں کریں گے جب تک ہمیں والد صاحب کا پتہ نہیں ملتا۔ تانگہ تو ایک جگہ پر رُکا ہوا تھا اور ہماری لڑائی کی وجہ سے لوگ تانگے کے اردگرد جمع ہوگئے اسی مجمع میں ایک نوجوان نے مجھ سے پوچھا کہ بھائی کیا معاملہ ہے یہ لڑائی کیسی ہے؟ تانگے والے نے فوراً جواب دیا کہ ان لوگوں کو پتہ ہی نہیں کہ انہوں نے کہاں جانا ہے اور میرا تانگہ بھی نہیں چھوڑتے۔ میں نے کہا کہ ہم اس وقت تک تانگہ نہیں چھوڑیں گے جب تک ہمیں اپنے والد صاحب کا پتہ نہیں ملتا۔ لڑائی کا سبب پوچھنے والے نے مجھے کہا کہ بھائی آپ لوگ کہاں سے آئے ہیں؟ میں نے کہا کہ ہم پنجاب سے آئے ہیں۔ اس نے جواباً کہا کہ بھائی میرے پنجاب تو بہت بڑا صوبہ ہے۔ آپ کون سے شہر سے آئے ہیں؟ تو میں نے کہا کہ ہم چنیوٹ سے آئے ہیں۔ بس چنیوٹ کا نام سنتے ہی اس نے کہا کہ مسئلہ حل ہوگیا ہے۔ تانگے والے ان کا سامان یہیں سامنے والی دکان جو کہ بند تھی کے تھڑے پر اُتار دو۔ میں نے کہا کہ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ اس نے جواب دیا اسی دکان کے پہلو سے جو سیڑھیاں اوپر کو جاری ہیں یہاں پر چنیوٹ کے ہی رہنے والے رہائش پذیر ہیں۔ والدہ اور بھائیوں کو ساتھ لے کر اوپر چلے جاؤ، یہاں سے آپ کو اپنے والد کا پتہ ضرور مل جائے گا۔ میں نے بھی سکھ کا سانس لیا اور تانگہ چھوڑ کر سامان دکان کے تھڑے پہ رکھ کر والدہ کے ساتھ اوپر چلے گئے۔ اوپر بوڑھی عورت نے چنیوٹی زبان میں میری روتی ہوئی والدہ کو تسلی دی اور کہا کیوں پریشان ہوتی ہو یہاں سے چنیوٹ تو تھوڑی دور ہے ہم تو تمہاری عمر میں اکیلے ہی چنیوٹ سے کلکتہ چلے جاتے تھے۔ ابھی میرا بیٹا آتا ہی ہوگا، اس سے بچوں کے والد صاحب کا پتہ چل جائے گا۔ اس عورت نے جلدی جلدی روٹیاں پکا کر ہمیں کھلایا پلایا اور اتنے میں ان کے بیٹے شیخ اسلم دہرہ آگئے۔ انہوں نے ملتے ہی کہا کہ تم لوگوں نے تو کل آنا تھا آج آگئے ہو، مجیدی صاحب (میرے والد) یہاں سامنے ہی تو رہتے ہیں۔ وہ آج نیو دہلی جانے سے پہلے کہہ رہے تھے کہ کل میرے بچے آرہے ہیں۔ ہمیں تسلی ہوئی۔ چھوٹے بھائی سامان کے ساتھ نیچے بیٹھے تھے، سامان اوپر اٹھا لیا گیا اور ہم مطمئن ہو کر ان کے گھر والد صاحب کا انتظار کرنے لگے۔ اتنے میں نصیر یا صغیر دونوں بھائیوں میں سے ایک نے نیچے اُتر کر چاندنی چوک بازار میں سیر کرنی شروع کی تو انہیں ایک جگہ سامنے سے والد صاحب آتے نظر آگئے وہ ان کے ساتھ لپٹ گئے اور کہا کہ ''ابّا جی ہم آگئے'' انہوں نے حیران ہو کر کہا کہ تم لوگوں نے تو کل آنا تھا آج کیسے آگئے۔ بہرحال والد صاحب ہمیں مل گئے اور ہم نے اللہ کا شکر ادا کیا، دراصل لاہور سے جو ٹیلی گرام ہم نے والد صاحب کو بھیجی تھی وہ انہیں موصول نہ ہوئی اور اسی وجہ سے ہمیں یہ پریشانی اٹھانا پڑی۔ والد صاحب ہمیں جہاں ہم رُکے ہوئے تھے بالکل اس کے سامنے ایک عمارت میں لے آئے۔ یہ عمارت چاندنی چوک سے بلی ماراں داخل ہوتے ہی بائیں ہاتھ پر تھی۔ مڑتے ہی بائیں ہاتھ ایک پانی کی پختہ سبیل تھی اور اس کے ساتھ سیڑھیاں اوپر کو جاتی تھیں اوپر جا کر ایک جگہ بہت بڑا کمرہ تھا، جہاں سے پھر آگے حبیب بینک کی ایک شاخ تھی جس کے ساتھ سیڑھیاں چڑتے ہی ہماری رہائش کے لیے دو کمرے تھے جہاں ہم مقیم ہوگئے۔ ہمارے گھر کے بالکل سامنے ایک مسجد تھی اور یہ جگہ چاندنی چوک اور بلی ماراں کے سنگم پر تھی جہاں سے بلی ماراں کا محلّہ شروع ہوتا ہے۔

جاری ہے

اللہ تعالیٰ، کتب سماویہ اور قرآن مجید کے متعلق مرزا قادیانی کے چالیس جھوٹ

مولانا مشتاق احمد چنیوٹی

اللہ تعالیٰ کی سنت یہ ہے کہ باطل جتنی چاہے مُلَمَّع سازی کر لے، باطل کو حق اور جھوٹ کو سچ کے نام پر پیش کرے، چاہے وہ اہل حق کو دبانے کے لیے دنیا بھر کے فرعونوں کی مدد حاصل کرے، بے پناہ وسائل جھونک دے، ان سب کارروائیوں کے باوجود باطل میں ایسی داخلی کمزوریاں باقی رہ جاتی ہیں جو کہ اس کے باطل ہونے کی واضح نشان دہی کرتی رہتی ہیں۔ تا کہ اگر باطل سے وابستہ لوگ، تعصب، ہٹ دھرمی اور اندھی عقیدت کی عینک اتار کر دیکھیں تو انہیں حق و باطل میں واضح فرق نظر آتا ہے اور وہ حلقہ بگوشِ حق ہو جاتے ہیں۔

یہ سنتِ الٰہی قادیانیت میں بھی جاری ہوتی ہے۔ قادیانی مُلَمَّع سازی، چربہ سازی، دجل و فریب، کِذب و افترا کے ماہر ہیں اور اپنے کفر کو دینِ اسلام ثابت کرنے کے لیے مذکورہ وسائل اور دنیوی مال و دولت سے بے پناہ کام لے رہے ہیں حضور علیہ السلام کا فرمان ہے:

''اَلْحَقُّ یَعْلُوا وَلَا یُعْلٰی عَلَیْہِ'' یعنی حق ہی غالب آتا ہے، باطل اس پر غالب نہیں آ سکتا۔

قادیانیت کی ان داخلی کمزوریوں کی وجہ سے بے شمار قادیانی مشرف بہ اسلام ہو چکے ہیں اللہ تعالیٰ نے قادیانیت میں ایسی داخلی کمزوریاں پیدا کر دی ہیں کہ وہ ہر نوع کی کوششوں کے باوجود ناکام ہیں اور ان کی ناکامی کی روئیدادیں بڑھتی جا رہی ہیں۔ قادیانیت کی داخلی کمزوریاں کئی قسم کی ہیں:

۱۔ مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے جانشینوں کی بدکرداری
۲۔ مرزا قادیانی، اس کے جانشینوں اور مریدوں کے باہمی فکری تضادات
۳۔ مرزا قادیانی کی غلط پیش گوئیاں
۴۔ مرزا قادیانی کی کذب بیانی، تضادات اور عقل و خرد سے دور ہرزہ سرائیاں
۵۔ مرزا قادیانی کی طرف سے اللہ تعالیٰ، انبیاء کرام علیہم السلام، بالخصوص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین، صحابہ کرام اور اہلِ بیت رضی اللہ عنہم کی توہین
۶۔ مرزا قادیانی اور اس کے ماننے والوں کا چودہ سو سال کے اکابرِ اُمّت پر افتراء والزامات

۷۔ نوکری اور شادی کا لالچ دے کر گمراہ کرنا
۸۔ قادیانیت کے مخالف کام کرنے والوں کی کردار کشی (بالواسطہ و بلا واسطہ)
(یہ فہرست حتمی نہیں اس میں مزید اضافہ ممکن ہے۔)

قادیانیت کی ان داخلی کمزوریوں میں سے صرف ایک کمزوری کا کچھ حصہ بیان کرنا اس وقت مقصود ہے۔ اور وہ ہے مرزا قادیانی کے اللہ تعالیٰ کتب سماوی اور بالخصوص قرآن مجید کے متعلق جھوٹ جو کہ اس نے لوگوں کو بے وقوف بنانے، گمراہ کرنے کے لیے بے دریغ بولے ہیں۔ اور عقیدت کے مارے قادیانی ان کذبات کو علوم و معارف سمجھ کر حرزِ جاں بنائے ہوئے ہیں۔

سب سے پہلے جھوٹ اور بالخصوص اللہ تعالیٰ کے متعلق جھوٹ بولنے کے متعلق مرزا قادیانی کے چند فتوے ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ جھوٹ کے مردار کو کسی طرح نہ چھوڑنا، یہ کتوں کا طریق ہے نہ انسانوں کا۔ (روحانی خزائن، جلد: ۱۱، صفحہ: ۴۳)
۲۔ جھوٹا آدمی ایک گیند کی طرح گردش میں ہوتا ہے۔ (روحانی خزائن، جلد: ۸، صفحہ: ۱۳۷)
۳۔ ہمارا ایمان ہے کہ خدا پر افتراء کرنا پلید طبع لوگوں کا کام ہے۔ (روحانی خزائن، جلد: ۷، صفحہ: ۴۰۶)
۴۔ ایسا آدمی جو ہر روز خدا پہ جھوٹ بولتا ہے اور آپ ہی ایک بات تراشتا اور پھر کہتا ہے کہ یہ خدا کی طرف سے وحی ہے جو مجھ پر ہوتی ہے ایسا بدذات انسان تو کتوں اور سوروں اور بندروں سے بدتر ہوتا ہے۔ (روحانی خزائن، جلد: ۲۱، صفحہ: ۲۹۲)

قارئین حیران و پریشان ہوں گے کہ مرزا قادیانی جھوٹ بولنے کے متعلق اتنے سخت فتوے دینے کے باوجود اللہ تعالیٰ، کتب سماوی اور قرآن مجید کے متعلق بے دریغ جھوٹ بولتا ہے۔

ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے

اگر قادیانی احباب واقعتاً صدقِ دل سے حق کو سمجھنے اور اپنانے کا جذبہ رکھتے ہیں تو یہ ایک نکتہ ہی انہیں راہِ حق سُجھانے کے لیے کافی ہے۔ **وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِى السَّبِيْلَ.**

اب قارئین مرزا قادیانی کے جھوٹ ملاحظہ فرمائیں۔

جھوٹ نمبر ۱:

تین شہروں کا نام اعزاز کے ساتھ قرآن کریم میں درج کیا گیا ہے۔ مکّہ اور مدینہ اور قادیان یہ کشف تھا جو کئی سال ہوئے مجھے دکھلایا گیا تھا۔ (ازالہ اوہام روحانی خزائن، جلد: ۳، صفحہ: ۱۴۰)

تردید: کشف خواب نہیں ہوتا بلکہ عالم بیداری میں ہوتا ہے، اگر مذکورہ دعویٰ جھوٹ نہیں تو قادیانی اس سورت اور آیت کا نام بتائیں جس میں قادیان کا ذکر ہے۔

جھوٹ نمبر ۲:

قرآن کریم میں اوّل سے آخر تک جس جس جگہ تَوَفِّی کا لفظ آیا ہے ان تمام مقامات میں تَوَفِّی کے معنیٰ موت ہی لیے گئے ہیں۔ (ازالہ اوہام روحانی خزائن، جلد: ۳، صفحہ: ۲۲۴)

جھوٹ نمبر۳:

قرآن شریف میں تیس کے قریب ایسی شہادتیں ہیں جو مسیح ابن مریم کے فوت ہونے پر دلالت بیّن کر رہی ہیں۔
(ازالہ اوہام روحانی خزائن، جلد:۳، صفحہ:۲۵۴)

تردید: اس سے پہلے مرزا قادیانی نے براہین احمدیہ حصہ چہارم روحانی خزائن جلد:۱، صفحہ:۵۹۳ اور ۶۰۱ پر قرآن مجید کے حوالہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ثابت کیا ہے۔ بعد میں جب سے وفات مسیح کا موقف اختیار کیا تو براہین احمدیہ کی عبارت کو سنی سنائی بات قرار دیا۔ حالانکہ قرآن مجید کا حوالہ دے کر جو بات لکھی جائے وہ ہرگز سنی سنائی بات نہیں ہوسکتی بلکہ ایسا سوچنا اور لکھنا قرآن مجید کی توہین ہے۔

جھوٹ نمبر۴:

اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ ان پرندوں کا پرواز کرنا قرآن کریم سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا بلکہ ان کا ہلنا اور جنبش کرنا بھی بپایۂ ثبوت نہیں پہنچتا۔ (ازالہ اوہام روحانی خزائن، جلد:۳، صفحہ:۲۵۶، ۲۵۷)

تردید: مرزا قادیانی اپنے مذکورہ دعویٰ کی تردید خود ہی کر دی ہے اور لکھا ہے: ''حضرت مسیح کی چڑیاں باوجودیکہ معجزہ کے طور پر ان کا پرواز کرنا قرآن کریم سے ثابت ہے مگر پھر بھی مٹی کی مٹی ہی تھے۔''
(آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن، جلد:۵، صفحہ:۲۵۶، ۲۵۷ حاشیہ)

جھوٹ نمبر۵:

پس اس حکیم وعلیم کا قرآن کریم میں یہ بیان فرمانا کہ ۱۸۵۷ء میں میرا کلام آسمان پر اٹھایا جائے گا یہی معنیٰ رکھتا ہے کہ مسلمان اس پر عمل نہیں کریں گے۔ (ازالہ اوہام روحانی خزائن، جلد:۳، صفحہ:۴۹۰۔ حاشیہ)

تردید: قرآن مجید کی وہ سورت اور آیت بتائی جائے جس میں ۱۸۵۷ء میں کلام الٰہی کے آسمان پر اٹھائے جانے کا ذکر ہے۔

جھوٹ نمبر۶:

دیکھو خدا تعالیٰ قرآن کریم میں صاف فرماتا ہے کہ جو میرے پر افتراء کرے اس سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں اور میں جلد مفتری کو پکڑتا ہوں اور اس کو مہلت نہیں دیتا۔ (نشان آسمانی روحانی خزائن، جلد:۴، صفحہ:۳۹۷)

مرزا قادیانی نے یہی بات روحانی خزائن جلد:۱۱، صفحہ:۴۹، ۶۳ اور دیگر کتب میں دہرائی ہے۔

تردید: قرآن مجید میں یہ ہرگز نہیں لکھا کہ اللہ تعالیٰ مفتری کو مہلت نہیں دیتا۔ **هاتُوا بُرهانَكُمْ إنْ كُنْتُمْ صادِقِين.**

جھوٹ نمبر۷:

میرے تمام دعاوی قرآن کریم اور احادیث نبویہ اور اولیاء گزشتہ کی پیش گوئیوں سے ثابت ہیں۔
(آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن، جلد:۵، صفحہ:۳۵۶)

تردید: بغیر دلیل کے ایسا جھوٹ بولا گیا ہے جو کہ بیسیوں جھوٹوں کا مجموعہ ہے۔

جھوٹ نمبر ۸:

اور اگر یہ سوال ہو کہ قرآن کریم میں اس بات کی کہاں تصریح یا اشارہ ہے کہ روح القدس مقربوں میں ہمیشہ رہتا ہے اور ان سے جدا نہیں ہوتا تو اس کا یہ جواب ہے کہ سارا قرآن کریم ان تصریحات اور اشارات سے بھرا پڑا ہے۔ (روحانی خزائن، جلد: ۵، صفحہ: ۶۷)

تردید: قرآن مجید کے کسی مقام پر یہ نہیں لکھا ہوا کہ روح القدس ہمیشہ قدسیوں میں رہتا ہے اور ان سے جدا نہیں ہوتا۔

جھوٹ نمبر ۹:

خدا تعالیٰ نے یونس علیہ السلام نبی کو قطعی طور پر چالیس دن تک عذاب نازل کرنے کا وعدہ دیا تھا اور وہ قطعی وعدہ تھا جس کے ساتھ کوئی بھی شرط نہ تھی جیسا کہ تفسیر کبیر صفحہ: ۱۶۴، اور امام سیوطی کی تفسیر درمنثور میں احادیث صحیحہ کی رو سے اس کی تصدیق موجود ہے۔ (انجام آتھم روحانی خزائن، جلد: ۱۱، حاشیہ صفحہ: ۳۰)

تردید: تفسیر کبیر اور درمنثور کی وہ عبارات دکھائی جائیں جن میں یہ لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قوم یونس علیہ السلام پر چالیس دن میں عذاب نازل کرنے کا قطعی وعدہ کیا تھا۔

جھوٹ نمبر ۱۰:

جس حالت میں خدا اور رسول اور پہلی کتابوں کی شہادتوں کی نظیریں موجود ہیں کہ وعید کی پیش گوئی میں بظاہر کوئی بھی شرط نہ ہو تب بھی بوجۂ خوف تاخیر ڈال دی جاتی ہے تو پھر اس اجماعی عقیدہ سے محض میری عداوت کے لیے منہ پھیرنا اگر بدذاتی و بے ایمانی نہیں تو اور کیا ہے۔ (انجام آتھم روحانی خزائن، جلد: ۱۱، صفحہ: ۳۱، ۳۲)

تردید: اگر مرزا قادیانی نے اللہ تعالیٰ، حضور علیہ السلام اور پہلی آسمانی کتب پر اجتماعی جھوٹ نہیں بولا تو قادیانی قرآن و حدیث اور آسمانی کتب کی واضح عبارات دکھا کر اپنے نبی کو سچا ثابت کریں۔

جھوٹ نمبر ۱۱:

قرآن اور توریت سے ثابت ہے کہ آدم بطور تو اُم پیدا ہوا تھا۔ (تریاق القلوب روحانی خزائن، جلد: ۱۵، صفحہ: ۴۸۵)

تردید: تورات اور قرآن مجید کے وہ مقامات دکھائے جائیں جہاں آدم علیہ السلام کے تو اُم پیدا ہونے کا ذکر ہے۔

جھوٹ نمبر ۱۲:

خدا نے مجھے وعدہ دیا کہ میں تمام خبیث مرضوں سے بھی تجھے بچاؤں گا۔

(اربعین نمبر ۳، روحانی خزائن جلد: ۱۷، صفحہ: ۳۹۴)

تردید: مرزا نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولا ہے، بطور ثبوت اس کا یہ اقرار نامہ ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔　''میں دائم المرض آدمی ہوں اور وہ زرد چادریں جن کے بارے میں حدیثوں میں ذکر ہے کہ ان دو چادروں میں مسیح نازل ہوگا۔ وہ زرد چادریں میرے شامل حال ہیں جن کی تعبیر علم تعبیر الرؤیا کی رو سے دو بیماریاں ہیں، سو

ایک چادر میرے اوپر کے حصہ میں ہے کہ ہمیشہ سر درد اور دورانِ سر اور کمیِ خواب اور تشنج دل کی بیماری دورہ کے ساتھ آتی ہے اور دوسری چادر جو میرے نیچے کے حصۂ بدن میں ہے، وہ بیماری دورہ کے ساتھ آتی ہے اور دوسری چادر جو میرے نیچے کے حصہ بدن میں ہے۔ وہ بیماری ذیابیطس ہے کہ ایک مدت سے دامن گیر ہے اور بسا اوقات سو سو دفعہ رات کو یا دن کو پیشاب آتا ہے اور اس قدر کثرت پیشاب سے جس قدر عوارضِ ضعف وغیرہ ہوتے ہیں وہ سب میرے شامل حال رہتے ہیں۔ (اربعین روحانی خزائن، جلد: ۱۷، صفحہ: ۴۷۰، ۴۷۱)

۲۔ میرا دل اور دماغ کمزور تھا اور میں بہت سے امراض کا نشانہ رہ چکا تھا اور دو مرضیں یعنی ذیابیطس اور دردسر مع دورانِ سر قدیم سے میرے شامل تھیں جن کے ساتھ بعض اوقات تشنج قلب بھی تھا اس لیے میری حالت مردمی کالعدم تھی۔ (تریاق القلوب روحانی خزائن، جلد: ۱۵، صفحہ: ۲۰۳، ۲۰۴)

قادیانی بتائیں کہ مذکورہ عبارات میں تقریباً دس امراض کا تذکرہ ہے۔ مرزا قادیانی کے اس اقرار نامہ کی موجودگی میں اس کا الہامی وعدہ اگر سچا تھا تو کیسے پورا ہوا؟

جھوٹ نمبر ۱۳:

امر واقعی اور صحیح یہی ہے کہ بعثت نبی ہزار ششم کے آخر میں ہے جیسا کہ نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ بالاتفاق گواہی دے رہی ہیں۔ (تحفہ گولڑویہ روحانی خزائن، جلد: ۱۷، صفحہ: ۲۴۶)

پس اس سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہزار پنجم میں یعنی الف خامس میں ظہور فرما ہوئے نہ کہ ہزار ششم میں اور یہ حساب بہت صحیح ہے کیونکہ یہود اور نصاریٰ کے علما کا تواتر اسی پر ہے اور قرآن کریم اسی کا مصدق ہے۔
(تحفہ گولڑویہ روحانی خزائن، جلد: ۱۷، حاشیہ صفحہ: ۲۴۷)

تردید: قرآن وحدیث میں کسی جگہ حضور علیہ السلام کے ہزار ششم میں آنے کا ذکر نہیں ہے۔

جھوٹ نمبر ۱۴:

یہی وجہ ہے کہ ہم بار باران لوگوں کو متنبہ کرتے ہیں کہ خدا سے ڈرو اور سمجھو کہ جس شخص کو مسیح موعود کرکے بیان فرمایا گیا ہے وہ کچھ معمولی آدمی نہیں بلکہ خدا کی کتابوں میں اس کی عزت انبیا علیہم کے ہم پہلو رکھی گئی ہے۔
(اربعین نمبر ۲، روحانی خزائن، جلد: ۱۷، صفحہ: ۳۶۹)

تردید: یہ محض جھوٹ ہے، آسمانی کتب میں انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ مرزا قادیانی کا کہیں ذکر نہیں ہے۔

جھوٹ نمبر ۱۵:

اب دیکھو خدا نے میری وحی اور میری تعلیم اور میری بیعت کو نوح کی کشتی قرار دیا اور تمام انسانوں کے لیے اس کو مدار نجات ٹھہرایا۔ (اربعین نمبر ۴، روحانی خزائن، جلد: ۱۷، صفحہ: ۴۳۵)

جھوٹ نمبر ۱۶:

خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے اور اس نے

اس دوسرے مسیح کا نام غلام احمد رکھا۔ (دافع البلاء روحانی خزائن، جلد:۱۸، صفحہ:۲۳۳)

تردید: مرزا قادیانی کے یہ سب دعوے اس شیطانی وحی پر مبنی ہیں اور بالکل جھوٹ ہیں۔

جھوٹ نمبر ۱۷:

خدا تعالیٰ کی کتابوں میں بہت تصریح سے بیان کیا گیا ہے کہ مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے زمانہ میں ضرور طاعون پڑے گی۔ (نزول المسیح روحانی خزائن، جلد:۱۸، صفحہ:۳۹۶)

یہ بھی یاد رہے کہ قرآن کریم میں بلکہ تورات کے بعض صحیفوں یہ خبر موجود ہے کہ مسیح موعود کے وقت طاعون پڑے گی بلکہ حضرت مسیح علیہ السلام نے بھی انجیل میں خبر دی ہے اور ممکن نہیں کہ نبیوں کی پیش گوئیاں ٹل جائیں۔
(کشتی نوح روحانی خزائن، جلد:۱۹، صفحہ:۵)

تردید: آسمانی کتب میں مرزا قادیانی کے دور میں طاعون پڑنے کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ **هاتُوا بُرْهانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْن**

جھوٹ نمبر ۱۸:

یہ بات مسلمانوں کے عقیدہ میں داخل ہے کہ آخری زمانہ میں ہزارہا مسلمان کہلانے والے یہودی صفت ہو جائیں گے اور قرآن کریم کے کئی ایک مقامات میں بھی یہ پیش گوئی موجود ہے۔ (کشتی نوح روحانی خزائن، جلد:۱۹، صفحہ:۴۷)

جھوٹ نمبر ۱۹:

اور اسی واقعہ کو سورہ تحریم میں بطور پیش گوئی کمال تصریح سے بیان کیا گیا ہے کہ عیسیٰ ابن مریم اس امت میں اس طرح پیدا ہوگا کہ پہلے کوئی فرد اس امت کا مریم بنایا جائے گا اور پھر بعد اس کے اس مریم میں عیسیٰ علیہ السلام کی روح پھونک دی جائے گی۔ (کشتی نوح روحانی خزائن، جلد:۱۹، صفحہ:۴۹)

تردید: مرزا قادیانی کے قرآن مجید کے متعلق کھلے اور واضح جھوٹ بولنے کے باوجود قادیانی اسے نبی مانتے ہیں، شاید ان کے پاس نبوت کا یہی معیار ہے۔

جھوٹ نمبر ۲۰:

قرآن کریم کی رو سے جنگ مذہبی کرنا حرام ہے۔ (کشتی نوح روحانی خزائن، جلد:۱۹، صفحہ:۷۵)

تردید: قرآن مجید میں اس دعویٰ کے برعکس حق کے لیے جنگ کرنے یعنی جہاد کا حکم دیا گیا۔ مرزا قادیانی کا دعویٰ کسی دلیل کے بغیر ہے۔

جھوٹ نمبر ۲۱:

قرآن نے میری گواہی دی ہے......اور قرآن نے بھی میرے آنے کا زمانہ متعین کر دیا ہے جو یہی زمانہ ہے۔
(تحفۃ الندوہ روحانی خزائن، جلد:۱۹، صفحہ:۹۶)

جھوٹ نمبر ۲۲:

خدا کی تمام کتابوں میں خبر دی گئی تھی کہ مسیح موعود کے وقت طاعون پھیلے گی اور حج روکا جائے گا اور ذوالسنین

ستارہ نکلے گا اور ساتویں ہزار کے سر پر وہ موعود ظاہر ہوگا۔ (اعجاز احمدی روحانی خزائن، جلد:۱۹، صفحہ:۱۰۸)

جھوٹ نمبر۲۳:

قرآن مجید میں میرے فضائل کا ذکر ہے اور پُر آشوب زمانہ میں میرے ظہور کا تذکرہ ہے۔ (ترجمہ عربی عبارت)
(اعجاز احمدی روحانی خزائن، جلد:۱۹، صفحہ:۱۷۰)

جھوٹ نمبر۲۴:

قرآن کریم اور احادیث اور پہلی کتابوں میں لکھا تھا کہ اس زمانہ میں ایک نئی سواری پیدا ہوگی جو آگ سے چلے گی ...... سو وہ سواری ریل ہے۔ (تذکرۃ الشہادتین روحانی خزائن، جلد:۲۰، صفحہ:۲۵)

تردید: یہ سب دعوے ہی دعوے ہیں جن کو سچا ثابت کرنا اتنا ہی ناممکن ہے جتنا اونٹ کا سوئی کے ناکہ سے گزرنا۔

جھوٹ نمبر۲۵:

تمام نبیوں کی کتابوں سے اور ایسا ہی قرآن کریم سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے آدم سے لے کر اخیر وقت تک تمام دنیا کی عمر سات ہزار برس رکھی ہے۔ (لیکچر سیالکوٹ روحانی خزائن، جلد:۲۰، صفحہ:۲۰۷)

جھوٹ نمبر۲۶:

اور خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں صاف فرما دیا ہے کہ یہ دو قسم کے عذاب (قہری نشان اور تلوار کا عذاب) ایک وقت میں جمع نہیں ہو سکتے۔ (تجلیات الٰہیہ روحانی خزائن، جلد:۲۰، صفحہ:۴۰۰)

جھوٹ نمبر۲۷:

قرآن شریف اور انجیل سے ثابت ہے کہ یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو رد کر دیا تھا اور اصلاح مخلوق میں تمام نبیوں سے ان کا گرا ہوا نمبر تھا اور تقریباً تمام یہودی ان کو ایک مکار اور کاذب خیال کرتے تھے۔
(نصرۃ الحق روحانی خزائن، جلد:۲۱، صفحہ:۴۸)

تردید: اللہ تعالیٰ، آسمانی کتب اور قرآن مجید کے متعلق یہ سفید جھوٹ لکھے گئے ہیں۔

جھوٹ نمبر۲۸:

آیت (**فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم**) صریح طور پر بیان فرمایا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام عیسائیوں کے بگڑنے کی نسبت اپنی لاعلمی ظاہر کریں گے اور کہیں گے کہ مجھے تو اس وقت تک ان کے حالات کی نسبت علم تھا جب کہ میں ان میں تھا اور پھر جب مجھے وفات دی گئی تب سے میں ان کے حالات سے محض بے خبر محض ہوں مجھے معلوم نہیں کہ میرے پیچھے کیا ہوا؟ (نصرۃ الحق روحانی خزائن، جلد:۲۱، صفحہ:۵۱، ۵۲)

تردید: اگر قادیانی یہ ثابت کر دیں کہ آیت **فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم** بجائے علم کی نفی ہے تو انہیں منہ مانگا انعام دیا جائے گا۔ افسوس کہ یہ لوگ قرآن مجید پر جھوٹ بولتے ہوئے نہیں شرماتے۔

جھوٹ نمبر۲۹:

اس جگہ یہ بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ خدا تعالیٰ نے میرا نام عیسیٰ ہی نہیں رکھا بلکہ ابتدا سے انتہا تک جس قدر انبیا علیہم السلام کے نام تھے وہ سب میرے نام رکھ دیے ہیں۔ (براہین احمد یہ حصہ پنجم، روحانی خزائن، جلد:۲۱،صفحہ:۱۱۲)

تردید: اس دعویٰ کی بنیاد مرزا قادیانی کی شیطانی وحی کے علاوہ کوئی نہیں ہے۔

جھوٹ نمبر۳۰:

ایسا ہی قرآن شریف نے اس طرف اشارہ کیا تھا کہ وہ مسیح موعود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح چودھویں صدی میں ظاہر ہوگا سو میرا ظہور چودھویں صدی میں ہوا۔ (ضمیمہ براہین احمد یہ حصہ پنجم، روحانی خزائن، جلد:۲۱،صفحہ:۳۵۸)

جھوٹ نمبر۳۱:

سورہ تحریم میں یہ صریح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ بعض افراد اس امت کا نام مریم رکھا گیا ہے۔
(براہین احمد یہ حصہ پنجم، روحانی خزائن، جلد:۲۱،صفحہ:۳۶۱)

تردید: یہ ایسا صریح جھوٹ ہے کہ اس کے جھوٹے ہونے کے لیے صرف سورۃ تحریم کی چند آیات کا پڑھ لینا ہی کافی ہے۔

جھوٹ نمبر۳۲:

قرآن کریم خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں۔ (حقیقۃ الوحی روحانی خزائن، جلد:۲۲،صفحہ:۸۷)

تردید: کلام الٰہی کی اس سے زیادہ توہین ممکن ہی نہیں۔

جھوٹ نمبر۳۳:

جو مجھے نہیں مانتا وہ خدا اور رسول کو بھی نہیں مانتا کیونکہ میری نسبت خدا اور رسول کی پیش گوئی موجود ہے۔
(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن، جلد:۲۲،صفحہ:۱۶۸)

تردید: مرزا قادیانی کے متعلق یہ پیش گوئی کہاں لکھی ہے؟ قادیانی کبھی تو بتائیں۔

جھوٹ نمبر۳۴:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق خدا کا کلام قرآن کریم گواہی دیتا ہے کہ وہ مرگیا اور اس کی قبر سری نگر کشمیر میں ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”وَ آوَیْنَاهُمَا اِلیٰ رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّ مَعِین“ یعنی ہم نے عیسیٰ علیہ السلام اور اس کی ماں کو یہودیوں کے ہاتھ سے بچا کر ایک ایسے پہاڑ پر پہنچا دیا جو آرام اور خوشحالی کی جگہ تھی اور مصفّی پانی کے چشمے اس میں جاری تھے سو وہی کشمیر ہے۔ (حقیقۃ الوحی روحانی خزائن، جلد:۲۲،صفحہ:۱۰۴)

تردید: ربوہ سے مراد کشمیر لینا سو فی صد غلط ہے۔ تفسیر، حدیث اور تاریخ کی کتابوں سے اس کی دلیل پیش نہیں کی جا سکتی۔ علاوہ ازیں اس دعویٰ کی تردید خود مرزا قادیانی نے ہی کر دی ہے۔ وہ لکھتا ہے:

”اور حضرت عیسیٰ کی قبر بارہ قدس میں ہے اور اب تک موجود ہے اور اس پر ایک گرجا بنا ہوا ہے اور وہ گرجا

تمام گرجوں سے بڑا ہے۔'' (اتمام الحجۃ روحانی خزائن، جلد:۸، صفحہ:۲۹۷)

جھوٹ نمبر۳۵:

اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں بڑا فتنہ عیسیٰ پرستی کا فتنہ ٹھہرایا ہے۔ اور صحیح طور پر فرمادیا ہے کہ آخری زمانہ میں جب کہ آسمان اور زمین میں طرح طرح کے خوفناک حوادث ظاہر ہوں گے وہ عیسیٰ پرستی کی شامت سے ظاہر ہوں گے۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی روحانی خزائن، جلد:۲۲، صفحہ:۴۹۸)

تردید: قرآن مجید میں مذکورہ امور کا ہرگز تذکرہ نہیں ہے۔

جھوٹ نمبر۳۶:

مجھے خدا کی پاک اور مطہر وحی سے اطلاع دی گئی ہے کہ میں اس کی طرف سے مسیح موعود اور مہدی معہود اور اندرونی اور بیرونی اختلافات کا حکم ہوں۔ (تذکرہ، صفحہ:۳۶۲۔ طبع دوم)

جھوٹ نمبر۳۷:

گزارش ضروری یہ ہے کہ عاجز مؤلف براہین احمدیہ حضرت قادر مطلق جل شانہ کی طرف سے مامور ہوا ہے کہ نبی ناصری اسرائیلی (مسیح) کی طرز پر کمال مسکینی فروتنی وغربت وتذلل وتواضع سے اصلاح خلق کے لیے کوشش کرے۔ (مجموعہ اشتہارات، جلد: اوّل، صفحہ: ۲۵۔ طبع جدید)

جھوٹ نمبر۳۸:

خداوند کریم نے میرے پر کھول دیا ہے کہ درحقیقت عیسیٰ بن مریم فوت ہوگیا اور اب فوت شدہ نبیوں کی جماعت میں داخل ہے۔ (مجموعہ اشتہارات، جلد: اوّل، صفحہ:۲۰۹۔ طبع جدید)

جھوٹ نمبر۳۹:

اور مجھے اس قادر مطلق نے بار بار اپنے کلام خاص سے مشرف ومخاطب کر کے فرمایا کہ آخری زمانہ کی یہودیت دور کرنے کے لیے تجھے عیسیٰ بن مریم کے رنگ اور کمال میں بھیجا گیا ہے سو میں استعارہ کے طور پر ابن مریم موعود ہوں۔
(مجموعہ اشتہارات، جلد: اوّل، صفحہ: ۲۱۵۔ طبع جدید)

جھوٹ نمبر۴۰:

مجھے اس خدا کی قسم ہے کہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ مجھے دلائل قاطعہ سے یہ علم دیا گیا ہے اور ہر ایک وقت میں دیا جاتا ہے کہ جو کچھ مجھے القا ہوتا ہے اور جو وحی میرے پر نازل ہوتی ہے وہ خدا کی طرف سے ہے نہ شیطان کی طرف سے۔ (مجموعہ اشتہارات، جلد: دوم، صفحہ: ۳۰۷۔ طبع جدید)

تردید: مرزا قادیانی کے مذکورہ تمام دعوے بے بنیاد اور اس کی فرضی وحی پر مبنی ہیں اور مصادرہ علی المطلوب کا مصداق ہیں۔

☆☆☆

زبان میری ہے بات اُن کی

فریم عینکی

☆ صہبا مشرف کا عدالت پر عدم اعتماد (ایک خبر)
یہ وہی عدالت ہے جسے بالوں سے پکڑ کر گھسیٹا گیا تھا۔

☆ صدر زرداری وطن واپس پہنچ گئے (ایک خبر)
اُس جانے کو کیا کہیے، اس آنے کو کیا کہیے!

☆ ہم جب آئے تو آٹا بحران تھا۔ آج برآمد کر رہے ہیں (گیلانی)
جبھی وطن میں 32 روپے کلو بک رہا ہے

☆ کون سی عورت ہے جو طلاق لے کر محل تحفے میں دیتی ہے (چودھری نثار)
''جمائما'' (عمران خان)

☆ تکمیل تک بھٹو ازم کا مشن جاری رہے گا (زرداری
روٹی، کپڑا نہ مکان عوام بے چارے سب پریشان

☆ پارلیمنٹ میں دو تہائی اکثریت کے ساتھ عدالتی فیصلہ تبدیل کیا جا سکتا ہے (آئینی ماہرین)
چاہے ملک تباہی کے دہانے پر پہنچ جائے!

☆ جی بھر کے لوٹ مار کے بعد پی پی اب مظلوم بننا چاہتی ہے (جاوید ہاشمی)
ملک و قمر ہو یا اعوان مہنگائی کا ایک طوفان
ان کی جان کو روتے ہیں سب بچے بوڑھے اور جوان

☆ جیالوں کو کوئی نہیں ہرا سکتا (بابر اعوان)
مانا عزت مل جاتی ہے، منصب عالی ہو جاتا ہے لیکن ایک ہی لمحے میں یہ سب کچھ گالی ہو جاتا ہے

☆ نواز نے لندن میں حاضر سروس جنرل سے مل کر میمو پلان بنایا (راجہ ریاض)
کھسیانی بلّی کھمبا نوچے!

☆ ہمیں ایک دن بھی چین سے حکومت نہیں کرنے دی گئی (بابر اعوان)
آپ ہی اپنی اداؤں پہ ذرا غور کریں!

حُسنِ انتقاد

تبصرہ کے لیے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے

● خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین (حسنِ کردار و عمل)

مصنف: الشیخ خالد البیطار، مترجم: مولانا سعید الرحمٰن علوی رحمۃ اللہ علیہ ضخامت: 400 صفحات، قیمت: 250 روپے

ناشر: مکتبہ جمال، تیسری منزل، حسن مارکیٹ اردو بازار، لاہور۔ رابطہ: 0300-8834610,042-37232731

خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی سیرت وسوانح اور کارناموں کے تذکروں پر مشتمل عربی، انگریزی، اردو اور دیگر زبانوں میں سینکڑوں کتابیں موجود ہیں جن سے استفادہ کرتے ہوئے دنیا بھر کے مسلمان اپنے ایمان کو منور کر رہے ہیں۔ (الحمدللہ) اللہ تعالیٰ نے حضور خاتم النبیین سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بلند کیا تو آپ کے اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ذکر بھی ہمیشہ کے لیے بلند کر دیا۔

جماعت صحابہ، اللہ تعالیٰ کی منتخب جماعت ہے اور صحابی کسی بھی درجے کا ہو پوری امت پر بھاری ہے یہ صحبت ونسبتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض ہے۔ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت کی قیادت ورہنمائی بھی از روئے قرآن وحدیث صحابہ کرام ہی کے حصے میں آئی۔ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت وخلافت کا حق ادا کیا اور امت کو دین پر قائم رکھا۔

معروف عرب عالم اور ادیب جناب شیخ خالد البیطار نے کئی سال پہلے خلفائے راشدین سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر، سیدنا عثمان اور سیدنا علی رضی اللہ عنہم کے حسنِ کردار وعمل پر الگ الگ رسائل تصنیف فرمائے۔ ماضی قریب کے ایک جید عالمِ دین، محقق اور ممتاز دانش ور مولانا سعید الرحمٰن علوی رحمہ اللہ نے ان رسائل کا اردو میں ترجمہ کیا۔ اُن کے بقول:

> ''یہ رسائل با قاعدہ سوانح پر مشتمل نہیں بلکہ ان بزرگوں کے اخلاق وکردار اور خدمات کی ایک جھلک ہے۔ مؤلف نے جدید ادبی اسلوب میں اپنے دیار کے نوجوانوں کے لیے یہ سلسلہ مرتب کیا ہے تاکہ آج کے افسانوی لٹریچر کا رسیا نوجوان دلچسپی سے اس سلسلے کو پڑھ کر اس سے بہرہ مند ہو سکے۔ ہم نے ترجمہ میں وہی انداز اختیار کیا ہے۔''

مترجم مولانا سعید الرحمٰن علوی رحمہ اللہ نے سیدنا حسن بن علی اور سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہم کے احوال وخدمات اور اُن کے ادوارِ خلافتِ راشدہ کو بھی کتاب میں شامل کیا ہے اور کمالِ تالیف یہ ہے کہ مؤلف کا اسلوب برقرار رکھا ہے۔ یہ کتاب اس لیے بھی اہم اور منفرد ہے کہ اس میں چھے خلفائے اسلام صحابہ رضی اللہ عنہم کے احوال، کارنامے اور خدمات یک جا ہو گئے ہیں۔ (تبصرہ: کفیل بخاری)

● **صدائے عصر** **مؤلف: مولانا مفتی غلام الرحمٰن صاحب مدظلہ**

ناشر: العصر اکیڈمی، جامعہ عثمانیہ، پشاور صدر۔ ضخامت: 321 صفحات قیمت: درج نہیں

مولانا مفتی غلام الرحمٰن، جامعہ عثمانیہ پشاور کے شیخ الحدیث اور مہتمم ہیں اور جامعہ کے ترجمان ماہنامہ ''العصر'' کے مدیر بھی۔ زیرِ مطالعہ کتاب مفتی صاحب کے اُن اداریوں کا انتخاب ہے جو ''العصر'' میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ جامعہ ہی کے استاذِ حدیث مولانا مفتی ذاکر حسن نعمانی نے انھیں مرتب کر کے کتابی شکل دے دی۔ ۱۲۷ ابواب پر مشتمل اس کتاب میں مدارسِ عربیہ کی اہمیت، نصابِ تعلیم، اہلِ علم کی ذمہ داریاں، مدارس کو درپیش مسائل، مدارس کا کردار، خواتین کی تعلیم و تربیت، اساتذہ کی ذمہ داریاں اور مستقبل کی تعمیر میں اُن کا کردار جیسے اہم عنوانات پر قرآن وحدیث کی روشنی میں معلمین و طلباء کی بہترین رہنمائی کی گئی ہے۔ (تبصرہ: عین الزمان عادل)

● **بنیاد** **مصنف: محمد صدیق بخاری ضخامت: 232 صفحات قیمت: 300**

ناشر: سوئے حرم پبلی کیشنز 53۔ وسیم بلاک، حسن ٹاؤن ملتان روڈ لاہور۔

فاضل مصنف محمد صدیق بخاری لاہور سے شائع ہونے والے ایک ماہنامہ ''سوئے حرم'' کے مدیر ہیں۔ مجلّے کے اغراض و مقاصد تو اُس کے نام سے ہی ظاہر ہیں لیکن فاضل مدیر کے آزادیٔ فکر، اور آزادیٔ رائے کے مغربی نظریات پر ایمان رکھنے اور کاربند ہونے کی وجہ سے اُن کے نتائجِ فکر متنازعہ بھی ہو جاتے ہیں۔ زیرِ نظر کتاب ماہنامہ ''سوئے حرم'' میں چھپنے والے ان مضامین کا مجموعہ ہے جو'' آوازِ دوست'' کے عنوان سے چھے سال تک چھپتے رہے۔ اس کتاب میں ملکی، ملّی، مذہبی، قومی اور اخلاقی بنیادوں کے احیاء کی دعوت کو اجاگر کیا گیا ہے۔

کتاب کا سرورق اور پیش نامہ خاصا معنی خیز ہے۔ سرورق پر ایک خزاں رسیدہ سوکھا درخت ہے جس کی سوکھی جڑوں کو پانی دیتے ہوئے مغربی لباس میں ملبوس ایک ریش خراشیدہ معمر شخص کو دکھایا گیا ہے۔ کتاب کے پس سرورق پر وہ سوکھا درخت اب ہرا ہو چکا ہے۔ اس تصویر میں کتاب کا عنوان یعنی ''بنیاد'' مزید معنویت بھرتا ہے۔ اگر اس بنیاد سے مراد دین وملت کی بنیادیں ہیں تو مصنف کی رائے میں اسلام کے ادبار رسیدہ سوکھے درخت کو ہرا کرنے کے لیے ہمیں افکارِ مغرب سے شادابی اخذ کرنے کی ضرورت ہے۔ تقریباً اسی تأثر کی تائید کتاب کے مشمولات سے بھی ہوتی ہے۔ جہاں اندازِ فکر سے اختلاف کیا جاسکتا ہے وہیں بہت سے خیالات قاری سے توجہ کے متقاضی بھی ہیں۔

● **تاریخی شاہی مسجد کچھی و آثارِ صالحین** **مؤلف: مولانا طاہر محمود اطہر**

ناشر: القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ خالق آباد نوشہرہ۔ خیبر پختون خواہ ضخامت: 352 صفحات، قیمت: درج نہیں

ہر ملک، ہر شہر، ہر بستی میں کچھ ایسے امتیازی شان رکھنے والے لوگ ضرور ہوتے ہیں...... جو اپنے بلند اخلاق، اعلیٰ کردار اور قابلِ رشک کمالات کی وجہ سے مینارۂ نور کی حیثیت رکھتے ہیں۔ مؤلف نے اپنے جن خاندانی بزرگوں کو اعلیٰ نمونے کا

انسان پایا وہ چلے گئے مگر پچھلوں کے لیے ایک نمونہ چھوڑ گئے۔ مؤلف نے اس کتاب میں مخدومی خاندان کے بزرگوں کے حالات وواقعات محفوظ کردیے ہیں۔ کتاب کو بزرگوں کے مزارات اور آثار وتبرّکات کی تصاویر سے بھی مزین کیا گیا ہے۔

کتاب: گنبدِ خضریٰ کے سایہ میں مصنف: مولانا سمیع الحق ضخامت: 256 صفحات، قیمت: درج نہیں

ناشر: القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ خالق آباد نوشہرہ۔ خیبر پختون خواہ

ترے کوچے میں ہم کل اس طرح سے جابجا ٹھہرے
چلے، چل کر تھمے، تھم کر بڑھے، بڑھ کر ذرا ٹھہرے

زیرِ نظر کتاب شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق مدظلہ کے سفرِ حرمین شریفین کی علمی اور تاریخی ڈائری، دیارِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے والہانہ سفر کی ایک دلچسپ اور معلوماتی روئیداد ہے جس میں سفرِ حجاز خاص طور پر روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضری کی کیفیات، وہاں کے مناظرِ فطرت، جمالِ قدرت کی عکاسی اور اہلِ مدینہ کی سادہ ودلکش زندگی کے مشاہدات بڑے خوبصورت اور دلنشیں پیرائے میں بیان کیے گئے ہیں۔

مصنف نے اپنی خوش بیانی اور بالغ نظری سے اپنے مشاہدے اور عشق ووارفتگی کے جس عالم میں اپنے حالات بیان کیے ہیں براہِ راست قاری کے دل میں اترتے چلے جاتے ہیں۔ الغرض کتاب سفرِ حجاز پر مشتمل حالات وواقعات کا ایک دل چسپ مرقع ہے۔

● **رنگ کلام شاعر: سید کاشف گیلانی ضخامت: 320 صفحات قیمت: 250 روپے**

ناشر: نورٌ علیٰ نور اکیڈمی۔ العریش B-566 حضرت علی روڈ۔ امین ٹاؤن، کینال روڈ فیصل آباد

دیوانہ نظر آتا ہے بے شک تمہیں کاشف دیوانہ نہ اسے سمجھو، دیوانہ نہیں ہے

سید کاشف گیلانی کے مجموعہ کلام ''رنگ کلام'' میں یہ بات بدرجۂ اتم موجود ہے کہ قاری پڑھنے میں لطف محسوس کرتا ہے۔ کسی جگہ بھی اکتاہٹ یا بوریت کا احساس نہیں ہوتا۔ وہ قادر الکلام شاعر ہیں۔ تشبیہ اور استعارے کا استعمال بہت موزوں اور برمحل ہے۔ الفاظ کا چناؤ، اشعار کی ساخت اور موضوعات کا انتخاب اس بات کی دلالت کرتا ہے کہ شاعر نے محنت، کاوش اور کوشش کی وادیوں کی جی بھر کے سیر کی ہے۔ زبان وبیان پر انہیں بخوبی دسترس حاصل ہے۔ ہر شعر اور مصرعے کے غائر مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اس موضوع کے بانکپن، نازک اور حساس ہونے کے رمز آشنا ہیں۔ کتاب خوبصورت چہار رنگا ٹائٹل کے ساتھ جاذبِ نظر ہے۔ کلام اس سے بھی زیادہ خوبصورت ہے۔

● **مکاتیب (شیخ الحدیث مولانا محمد یوسف خان پلندری رحمۃ اللہ علیہ) مرتب: مولانا محمد اسحٰق خان**

ناشر: القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ خالق آباد نوشہرہ۔ خیبر پختون خواہ ضخامت: 256 صفحات، قیمت: 300

اس کتاب میں مرتب نے کوئی ایک سو پندرہ خطوط، اپنے محسن ومربی شیخ الحدیث مولانا محمد یوسف پلندری رحمہ اللہ کے شامل کیے ہیں۔ مرتب کی اپنی تحریر کے مطابق:

''یہاں پر یہ امر واضح رہنا چاہیے کہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے یہ تمام ہی خطوط بالکل ذاتی اور شخصی نوعیت کے ہیں لیکن شخصی اور نجی ہونے کے باوجود ان کے اندر کچھ ایسی باتیں بہر حال موجود ہیں جو عوامی فائدے اور اجتماعیت کی آئینہ دار ہیں جو دوسروں کے لیے راہنما اور مفید ہوسکتی ہیں......''

اگر ذاتی باتیں خارج کر کے صرف اجتماعی نوعیت کی باتیں طبع کی جاتیں تو زیادہ بہتر تھا۔ بعض جگہ کتابت کی اغلاط رہ گئی ہیں اور کہیں سن و تاریخ غلط درج ہو گئے ہیں صفحہ ۱۳ پر امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کی تاریخ وفات ۲۱ اگست ۱۹۶۱ء کی بجائے ۱۲ اگست ۱۹۶۴ء غلط درج ہو گئی ہے۔ اسی طرح صفحہ ۱۷ سطر ۶ پر فاضل مرتب کے حوالے سے ۷۵ء اور ۸۵ء میں پلندری (کشمیر) چھوڑ دینے کے بعد ۶۵ء میں دوبارا تعلیم و تدریس کی خدمات کی ادائیگی محلِ نظر ہے۔ بہر حال کتاب خوبصورت ٹائٹل کے ساتھ چھاپی گئی ہے اور نوشہرہ کے علاوہ آزاد کشمیر اور متحدہ عرب امارات میں بھی دستیاب ہے۔

● اے زائرِ حرم مرتب: مولانا سمیع الحق ضخامت: 72 صفحات قیمت: درج نہیں

ناشر: القاسم اکیڈمی، جامعہ ابو ہریرہ خالق آباد نوشہرہ۔ خیبر پختون خواہ

اجازت ہو تو آ کر میں بھی شامل اِن میں ہو جاؤں
سنا ہے کل تیرے در پر ہجومِ عاشقاں ہو گا!

بیت اللہ کا حج کرنے والا کیسا محبِ صادق اور عاشق زار ہے۔ سلے ہوئے کپڑوں کے بجائے ایک کفن نما لباس پہن لیتا ہے۔ ننگے سر رہتا ہے۔ نہ حجامت بنواتا ہے نہ ناخن ترشواتا ہے نہ بالوں میں کنگھا کرتا ہے نہ تیل لگاتا ہے۔ جنون اور وارفتگی میں چیخ چیخ کر لبیک لبیک پکارتا ہے......کبھی بیت اللہ کے چکر لگاتا ہے کبھی اُس کے در و دیوار سے لپٹتا اور آہ و زاری کرتا ہے۔ پھر مکّہ معظّمہ سے نکل کر کبھی منیٰ، کبھی عرفات اور کبھی مُزدلفہ کے صحراؤں میں جا پڑتا ہے کہ

ہر غم سے غمِ یار کے پہلو نکل آئے!
ہم دشت میں چل کر بھی لبِ جو نکل آئے

اس کتاب میں حضرت مولانا عبدالحق، علامہ مناظر احسن گیلانی، مولانا اویس ندوی، میر ولی الدین، ابوالحسن علی ندوی، رفیع الدین مراد آبادی، عبدالقیوم حقانی اور مولانا عبدالکریم کلاچوی کے ایسے ہی مضامین شامل ہیں۔ پڑھنے کے قابل ہے۔

● ظفر اللہ خان قادیانی تحقیق و تدوین: محمد طاہر عبدالرزاق

ناشر: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، حضوری باغ روڈ ملتان ضخامت: 204 صفحات قیمت: 100 روپے

''آپ مجھے ایک کافر ملک کا مسلمان وزیر خارجہ یا ایک مسلمان ملک کا کافر وزیر خارجہ سمجھ لیں''

یہ ہیں وہ الفاظ جو پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ ظفر اللہ قادیانی نے بانئ پاکستان محمد علی جناح کے جنازے پر صحافیوں کے سوال پر کہے۔ جب اس سے پوچھا گیا کہ ''آپ نے بانی پاکستان کی نمازِ جنازہ کیوں نہیں پڑھی؟''

زیرِ تبصرہ کتاب میں جناب طاہر عبدالرزاق نے ''ظفر اللہ خان'' کی سیاہ زندگی کے بارے میں لکھے گئے متعدد مضامین جمع کر دیے ہیں۔ قاری کو ڈسکہ ضلع سیالکوٹ کے ایک ناکام وکیل، بے کار مقرر، ناشائشتہ گفتگو کرنے والے ایک چاپلوس اور عیار قادیانی کی بہت ساری داستانیں پڑھنے کو ملیں گی۔ ظفر اللہ خان نے مسلم لیگ میں رہ کر کس طرح مسلمانوں کی نمک حرامی کی باؤنڈری کمیشن میں بیٹھ کر کیا کیا سازشیں کیں اور پاکستان کا پہلا وزیر خارجہ بن کر پاکستان کو کیا کیا نقصانات پہنچائے۔ ایک غدار کی کہانی جو اپنے پہلو میں حقائق، دلائل، سچائی اور ثبوت لیے ہوئے ہے۔

● ربوہ کی پُراسرار کہانیاں تدوین: محمد طاہر عبدالرزاق ضخامت: 202 صفحات، قیمت: 100روپے

ناشر: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، حضوری باغ روڈ ملتان

جناب محمد طاہر عبدالرزاق مرزائیوں کے تعاقب میں رواں دواں ہیں اب تک متعدد کتابیں مرزا قادیانی اور اس کی ملت مرتدہ کے بارے میں لکھ چکے ہیں مگر ''ربوہ کی پراسرار کہانیاں'' ان کی خصوصی تحقیق و تدوین کا نتیجہ ہے۔

آغا شورش نے کہا تھا:

اس نامراد شہر کی ہیبت مٹائے جا
ربوہ غلط مقام ہے اس کو ہلائے جا

جناب طاہر عبدالرزاق نے اپنی اس کتاب میں ربوہ کو ہلانے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ مختلف مشاق اور منجھے ہوئے لکھاریوں کے انتیس مضامین کتاب میں شامل کیے ہیں جو ربوہ میں قادیانی عدالتوں، ریاست کے اندر ریاست کی کیفیت، بہشتی مقبرے کا فریب، جسٹس صمدانی کا دورۂ ربوہ اور کمیشن کی رپورٹ، امریکی سفیر، بھارت و اسرائیل کے جاسوسوں کی ربوہ میں موجودگی اور دیگر تاریخی انکشافات پر مشتمل ہے۔ جو دلچسپ بھی ہیں اور معلومات افزا بھی۔

● ہم نے قادیان میں کیا دیکھا؟ (جلد ۱) تدوین: محمد طاہر عبدالرزاق

ناشر: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، حضوری باغ روڈ ملتان صفحات: 206 قیمت: 100روپے

قادیانیوں نے اسلام پر جو نقب لگائی ہے اور ہماری متاع حیات کو ہم سے چھیننے کے لیے جو اوچھے ہتھکنڈے استعمال کر رہے ہیں اسی سازش کا پردہ چاک کرنے کے حوالے سے جناب طاہر عبدالرزاق کا قلم ایک تلوار کا کردار ادا کر رہا ہے۔ اس کتاب میں مرتب نے قادیان میں تحفظ ختم نبوت کے لیے خدمات انجام دینے والے مختلف رہنماؤں کے مشاہدات و تأثرات اور قادیانیت کے محاسبہ و تجزیہ پر مشتمل بعض علمی و تحقیقی مضامین کو یکجا کر دیا ہے۔ لکھنے والوں میں مفکرِ احرار چودھری افضل حق، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی، مولانا عنایت اللہ چشتی مولانا عبدالکریم مباہلہ، ماسٹر تاج الدین انصاری، خواجہ عبدالحمید بٹ، پروفیسر محمد اسلم اور عبداللہ ملک رحمہم اللہ شامل ہیں۔ ان مضامین میں قادیانیت کا بھیانک چہرہ بے نقاب کیا ہے۔ جھوٹے اور عیار مرزا کی اصلیت آشکارا کرنے کی یہ جہدِ مسلسل جناب طاہر عبدالرزاق کا مقصدِ حیات ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی صحت، عمر اور اوقات میں برکت عطا فرمائے! (تبصرہ: شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی)

ادارہ

اخبار الاحرار

گجرات (۳۰؍نومبر) تحریک ختم نبوت کے ایک اعلیٰ سطحی وفد نے مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ کی قیادت میں گجرات کے قصبہ گولیکی (تھانہ کنجاہ) (جہاں قادیانیوں نے کچھ عرصہ قبل دو مسلمانوں ماسٹر سرفراز احمد اور محمد آصف کو شہید کر دیا تھا) کا دورہ کیا، وفد میں انٹرنیشنل ختمِ نبوت موومنٹ کے مرکزی رہنما قاری محمد رفیق وجھوی، پروفیسر محمد عمران یونس، قاری محمد احمد، حافظ ضیاء اللہ ھاشمی، چودھری عبدالرشید وڑائچ اور دیگر رہنما شامل تھے۔ اِس موقع پر مختلف اجتماعات سے خطاب کرتے ہوئے عبداللطیف خالد چیمہ اور قاری محمد رفیق وِجھوی نے کہا ہے کہ گولیکی میں قادیانیوں کے ہاتھوں شہید ہونے والے مسلمانوں کے قادیانی قاتلوں کی عدم گرفتاری سے پورے علاقے میں اشتعال پیدا ہو رہا ہے۔ جبکہ پولیس اور سرکاری انتظامیہ قادیانیت نوازی کا بدترین مظاہرہ کر رہی ہے، انہوں نے کہا کہ گولیکی میں دو صدیوں سے زیادہ پرانی مسجد پر شرعاً قانوناً مسلمانوں کا حق ہے اور مسلمانوں کی عبادت گاہ کو متنازعہ قرار دے کر اس کو سیل رکھنا اللہ کے گھر کی بے حرمتی کے مترادف ہے اس کو مسلمانوں کے لیے بلا تاخیر کھول دینا چاہیے، تحریکِ ختمِ نبوت کے رہنماؤں نے علاقے کے مختلف وفود سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ قادیانی آئین پاکستان کے مطابق غیر مسلم ہیں امتناع قادیانیت ایکٹ کی رو سے وہ اسلامی شعائر استعمال نہیں کر سکتے لیکن معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے اور قانون نافذ کرنے والے ادارے اپنی قانونی ذمہ داریوں کو پورا نہیں کر رہے اس قسم کی اطلاعات ملک کے متعدد علاقوں سے موصول ہو رہی ہیں، اِن رہنماؤں نے ایک مجلس مشاورت میں کہا کہ قادیانی غنڈہ گردی، قتل وغارت گری اور غیر آئینی سرگرمیوں کے حوالے سے ایک جامع منصوبہ بندی کی فوری ضرورت ہے جس کے لیے دور رس نتائج کے حل کے لیے اقدامات پر بھی غور کیا جا رہا ہے بعد ازاں عبداللطیف خالد چیمہ، قاری محمد رفیق وِجھوی اور دیگر حضرات نے گوجرانوالہ میں پاکستان شریعت کونسل کے سیکرٹری جنرل مولانا زاہد الراشدی سے ملاقات اور ملک کی تازہ ترین صورتحال کے حوالے سے تبادلہ خیال کیا۔ قبل ازیں ۲۹؍نومبر کو عبداللطیف خالد چیمہ اسلام آباد سپریم کورٹ میں شہداء ختم نبوت ساہیوال کے مقدمہ کی پیروی کے سلسلہ میں پیش ہوئے اور وکلاء سے ملاقاتیں کیں بعد ازاں ۴؍دسمبر کو انہوں نے قاری محمد یوسف احرار کے ہمراہ جامعہ منظور الاسلامیہ لاہور میں دفاع پاکستان کونسل کے اجلاس میں شرکت کی۔

☆☆☆

چیچہ وطنی (۴؍دسمبر) مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا ہے کہ جھنگ میں ۸ محرم الحرام کو توہینِ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے دلخراش واقعہ کے اصل ملزم کو گرفتار نہ کیا گیا تو ہولناک کشیدگی جنم لے گی اور

اس کی ذمہ داری براہ راست توہین صحابہ کے مرتکب اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کی ہوگی۔اپنے بیان میں انہوں نے کہا کہ صحابہ کرام کی توہین کے واقعات کئی مقامات پر پیش آئے ہیں ایسے واقعات کی روک تھام کے لئے ضروری ہے کہ اس قبیح حرکت کے ذمہ داران کے خلاف مؤثر کارروائی عمل میں لائی جائے اور قانون کی عمل داری کو یقینی بنایا جائے۔

واقعۂ کربلا میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا کردار ہمارے لیے معیارِ حق ہے۔(سید عطاء المہیمن بخاری)

ملتان (۷/دسمبر) مجلس محبان آل واصحاب رسول علیہم الرضوان کے زیر انتظام اڑتیسویں سالانہ مجلس ذکر حسین رضی اللہ عنہ سے خطاب کرتے ہوئے ابن امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری نے فرمایا سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو شرف صحابیت حاصل ہے اور اس وجہ سے ہر اہل ایمان ان سے دلی عقیدت رکھتا ہے۔سیدنا حسین رضی اللہ عنہ ہمارے ایمان کا حصہ ہیں، واقعۂ کربلا تاریخ اسلام کا ایک بہت الم ناک واقعہ ہے اس حادثۂ فاجعہ میں سیدنا زین العابدین اور سیدہ زینب بنت علی رضی اللہ عنہا کا طرز عمل ہر مسلمان کے لیے اسوہ ہے۔صحابہ قرآنی شخصیات ہیں، صحابہ نبوت کے گواہ ہیں۔ لہذا سیرت صحابہ میں بالا سند تاریخی قصوں کو معیار نہیں بنایا جائے گا۔تاریخ رطب ویابس اور متضاد روایات کا مجموعہ ہے اس میں سے اسی بات کو لیا جائے گا جو ان نفوس قدسیہ کے اس مقام ومرتبہ کے لائق ہو جو اللہ تعالی نے انہیں عطا فرمایا۔اگر صرف تاریخ پر ہی بھروسہ کیا جائے تو حضراتِ انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کی مقدس ہستیوں کی حرمت بھی پامال ہو جائے گی۔مجلس سے سید محمد کفیل بخاری اور حافظ سید محمد معاویہ بخاری نے بھی خطاب کیا۔

☆☆☆

چیچہ وطنی (۸/دسمبر) مجلس احرارِ اسلام، تحریک تحفظ ختم نبوت، تحریک مدح صحابہ اور تحریک طلباء اسلام نے محرم الحرام پرامن طور پر گزر جانے پر اطمینان کا اظہار کیا ہے اور کہا ہے کہ لاؤڈ اسپیکر کے غیر قانونی استعمال کو نہ روکنا قابلِ مذمت ہے۔مجلس احرارِ اسلام چیچہ وطنی کے سیکرٹری اطلاعات قاضی عبدالقدیر نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ امن کمیٹیوں کے ہر سطح کے اجلاس میں طے ہوا تھا کہ لاؤڈ اسپیکر کا غیر قانونی استعمال فتنہ وفساد کا باعث بنتا ہے لہٰذا اس کے استعمال کو روکنے کے لئے تمام مکاتب سے ایک جیسا سلوک روا رکھا جائے گا اور قانون کی عمل دراری یقینی بنائی جائے گی۔لیکن عملی طور پر یکم محرم الحرام سے دس محرم الحرام تک ایسا نہیں ہوا جس پر اہلسنت والجماعت کے تمام طبقات کو سرکاری انتظامیہ اور پولیس سے جانبداری کی حد تک شکایت ہے۔

میموسکینڈل پاکستان کی سلامتی کے خلاف خوفناک سازش ہے۔ڈرون حملوں اور پاکستانی فوج پر حملوں پر مذمت کرتے ہیں۔نیٹو سپلائی کی بندش کا فیصلہ برقرار رکھا جائے۔(مجلسِ احرارِ اسلام کی مرکزی مجلسِ عاملہ کا اجلاس)

چناب نگر (۱۱ دسمبر) ملسِ احرارِ اسلام پاکستان کی مرکزی مجلسِ عاملہ کا اجلاس امیرِ مرکزیہ حضرت مولانا سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ کی صدارت میں مدرسہ ختم نبوت میں منعقد ہوا۔اجلاس میں ۱۲ ربیع الاوّل کو مسجدِ احرار چناب نگر میں منعقد

ہونے والی تحفظِ ختمِ نبوّت کانفرنس وجلوس کے انتظامات کا جائزہ لیا گیا اور کانفرنس کو ہمہ جہت کامیاب بنانے کے لیے اہم فیصلے کیے گئے۔ اجلاس میں یہ بھی فیصلہ کیا گیا کہ مارچ ۲۰۱۲ء میں ملک کے مختلف شہروں میں شہدائے ختمِ نبوّت کانفرنسیں منعقد کی جائیں گی۔ اور لاہور میں آل پاکستان ورکرز کنونشن منعقد ہوگا۔ نیز مرکزی مجلسِ شوریٰ کا اجلاس ۲۹ دسمبر کو دارِ بنی ہاشم ملتان میں ہوگا۔

مجلس عاملہ کے ارکان نے ایک قرارداد میں کہا کہ میموسکینڈل پاکستان کی سلامتی کے خلاف خوفناک سازش ہے۔ اعلیٰ عدالتی تحقیقات کے ذریعے بدکردار سازشیوں اور ملک کے غدّاروں کو بے نقاب کیا جائے۔ قائدِ احرار نے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ نیٹو فورسز کی طرف سے پاکستان پر ڈرون حملے، سرحدوں کے احترام کی پامالی اور پاکستانی فوجیوں پر میزائل حملوں کی مذمت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان سے افغانستان کے لیے نیٹو سپلائی کی بندش کا فیصلہ برقرار رکھا جائے۔

اجلاس میں پروفیسر خالد شبیر احمد، سید محمد کفیل بخاری، میاں محمد اویس، مولانا محمد مغیرہ، حاجی غلام رسول نیازی، قاری محمد یوسف احرار، حافظ محمد اسمٰعیل، یاسر عبدالقیوم، ڈاکٹر ظہیر حیدری، محمود احمد، مولانا تنویر الحسن، محمد اصغر عثمانی، حافظ محمد ضیاء اللہ، محمد اشرف علی اور دیگر ارکان نے شرکت کی۔ سیکرٹری جنرل جناب عبداللطیف خالد چیمہ اپنی والدہ ماجدہ کی شدید علالت کی وجہ سے اجلاس میں شریک نہ ہوسکے۔

جناب عبداللطیف خالد چیمہ کی والدہ ماجدہ رحمۃ اللہ علیہا کے انتقال پر تعزیت

چیچہ وطنی (۲۵؍دسمبر) حضرت خواجہ خان محمد رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفۂ مجاز، ضلع ساہیوال میں جمعیت علماء اسلام کے بانی رہنما حضرت حافظ عبدالرشید چیمہ رحمتہ اللہ علیہ (مدفون مدینہ منورہ ۲۰۰۷ء) کی اہلیہ، مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ، جاوید اقبال چیمہ اور جمعیت علماء اسلام ضلع ساہیوال کے سیکرٹری اطلاعات حافظ حکیم حبیب اللہ چیمہ کی والدہ ماجدہ ۱۶؍دسمبر جمعتہ المبارک کو انتقال فرما گئیں مرحومہ کی نماز جنازہ حضرت صاحبزادہ رشید احمد (مدیر مرکز سراجیہ لاہور) نے پڑھائی اہلسنت والجماعت پاکستان کے سربراہ مولانا محمد احمد لدھیانوی، انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ کے نائب امیر مرکزیہ قاری شبیر احمد عثمانی کے علاوہ علاقہ بھر اور دور دراز سے علماء کرام، مذہبی رہنماؤں، دینی و سیاسی جماعتوں کے کارکنوں، احرار اور جمعیت کے ساتھیوں، اہل دیہہ، شہریوں اور گردونواح سے مسلمانوں نے بڑی تعداد میں شرکت کی ابنِ امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء المومن بخاری، قائد احرار ابنِ امیرِ شریعت، سید عطاء المہیمن بخاری، جمعیت علماء اسلام کے امیر حضرت مولانا فضل الرحمٰن، دفاع پاکستان کونسل کے کوارڈی نیٹر جنرل (ر) حمید گُل، پاکستان شریعت کونسل کے سیکرٹری جنرل مولانا زاہد الراشدی، اہل سنت والجماعت کے سیکرٹری جنرل ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں، مولانا محمد الیاس چنیوٹی، قاری محمد رفیق وجھوی، صوفی غلام رسول نیازی، اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین مولانا محمد خاں شیرانی، حضرت مولانا محمد عبداللہ (بھکر) حافظ حسین احمد، سینیٹر ڈاکٹر خالد محمود، مولانا رشید احمد لدھیانوی، پروفیسر خالد شبیر احمد، سید محمد کفیل بخاری، قاری عبدالرحیم رحیمی، میاں محمد اویس، کرنل (ر) فاروق احمد، ملک محمد یوسف، چودھری محمد

اکرام، مولانا محمد مغیرہ، قاری محمد یوسف احرار، جناب سیف اللہ خالد، سید خالد مسعود گیلانی، سید محمد زکریا شاہ، شیخ الحدیث مولانا عبدالحمید تونسوی، مولانا عبدالستار، قاری منظور احمد طاہر، قاری عبدالجبار، محمد اسلم بھٹی، مولانا محمد اکمل، مولانا فیصل متین سرگانہ، سید صبیح الحسن ہمدانی، سید عطاء المنان بخاری، سید عطاء اللہ شاہ بخاری ثالث، مولانا عبدالحکیم نعمانی کے علاوہ مختلف مقامات سے بڑی تعداد میں وفود اور انفرادی طور پر جمعیت علماء اسلام، مجلس احرارِ اسلام کے ساتھی تعزیت کے لیے تشریف لائے اور یہ سلسلہ جاری ہے، ڈاکٹر قاری عتیق الرحمٰن، صاحبزادہ سعید احمد، مفتی عطاء الرحمٰن قریشی، مفتی محمد زاہد، سنیئر صحافی جناب فیاض حسن سجاد، ڈاکٹر عمر فاروق، جماعت اسلامی کے رہنما ڈاکٹر فرید احمد پراچہ، صاحبزادہ سعید احمد، مجلس احرارِ اسلام برطانیہ کے صدر شیخ عبدالواحد اور سیکرٹری جنرل عرفان اشرف چیمہ، ختم نبوت اکیڈمی لندن کے ڈائریکٹر عبدالرحمٰن باوا اور سہیل باوا، امیر احرار جرمنی سید منیر احمد شاہ بخاری، محمد اسلم علی پوری (ڈنمارک) حافظ محمد رفیق (جدہ) ڈاکٹر دین محمد فریدی، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی مبلغ مولانا محمد علی صدیقی، ممتاز صحافی مفتی عمر فاروق، محمد نوید ہاشمی اور علی شیر (اسلام آباد) مرکزی جمعیت اہلحدیث کے رہنما محمد ابرار ظہیر، حافظ ضیاء اللہ ہاشمی، حاجی اللہ رکھا صاحب، (گجرات) رحیم یار خان، بورے والا، چناب نگر، ملتان، اوکاڑہ، سرگودھا، گجرات، کراچی، ساہیوال، فیصل آباد، چنیوٹ، لاہور، گوجرانوالہ، ٹوبہ ٹیک سنگھ، کمالیہ، ہڑپہ، غازی آباد، خان پور اور کئی دیگر مقامات سے بزرگوں اور دوستوں نے تعزیت کا اظہار کیا، علاقائی سطح پر تمام مکاتب فکر کے حضرات کے علاوہ سیاسی وسماجی اور شہری شخصیات جنازے میں شریک ہوئیں اور تعزیت کا اظہار کیا، حضرت مولانا محمد ارشاد، حضرت مولانا محمد نذیر، چودھری زاہد اقبال ایم این اے، شیخ محمد حفیظ، شیخ عبد الغنی، رائے حسن نواز، رائے محمد مرتضیٰ خاں، چودھری محمد منیر ازہر، چودھری محمد طفیل جٹ، رانا عبداللطیف سمیت مقامی دینی وسیاسی اور صحافتی حلقوں نے تعزیت کا اظہار کرتے ہوئے دعائے مغفرت کی ہے، دارالعلوم ختم نبوت میں ایصالِ ثواب کے لیے قرآن خوانی کا اہتمام کیا گیا، مرحومہ چودھری محمد احسان چیمہ کی ہمشیرہ اور ڈاکٹر محمد اعظم چیمہ کی خالہ اور خوشدامن تھیں، مرحومہ کے فرزندان اور لواحقین نے نماز جنازہ میں شرکت اور تعزیت کے لیے تشریف لانے والے یا فون اور خطوط کے ذریعے تعزیت کرنے والے اکابر علماء کرام، دینی وسیاسی رہنماؤں اور ساتھیوں سمیت تمام احباب کا شکریہ ادا کیا ہے۔

مرکزی نائب امیر سید محمد کفیل بخاری کے تنظیمی اسفار، خطابات، اجلاسوں میں شرکت

مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان کے نائب امیر سید محمد کفیل بخاری نے ۲۳/نومبر ۲۰۱۱ء راولپنڈی میں دفاعِ پاکستان کونسل کی رابطہ کمیٹی کے اجلاس میں شرکت کی۔ جس میں مینارِ پاکستان لاہور کے جلسے کے انتظامات کا جائزہ لیا گیا اور دیگر کانفرنسوں کا شیڈول طے کیا گیا۔

۱۰/محرم کو دارِ بنی ہاشم ملتان اور ۱۱/محرم کو جامعہ موسویہ جلال پور پیروالہ میں مجالس ذکر حسینؓ سے خطاب کیا۔
۱۱/دسمبر کو چناب نگر میں مرکزی مجلسِ عاملہ کے اجلاس میں شرکت کی اور اسی روز شام کو مرکزی سیکرٹری نشر واشاعت جناب

میاں محمد اویس، مولانا تنویرالحسن اور حافظ ضیاء اللہ ہاشمی کی رفاقت میں تلہ گنگ روانہ ہوئے۔۱۲؍دسمبر کو بعد نمازِ فجر جامع مسجد ابوبکر صدیق میں درس قرآن کے بعد چکڑالہ ضلع میانوالی پہنچے اور مقامی جماعتِ احرار کے اجلاس میں شرکت کی۔ رکنیت سازی کے بعد مقامی جماعت کا انتخاب مکمل ہوا۔اسی شام راولپنڈی میں مرزا محمد ابوبکر کی رہائش گاہ پر احرار کارکنوں کے اجلاس میں شرکت کی۔ رکنیت سازی کے بعد مقامی جماعت کا انتخاب ہوا۔ اگلے روز ۱۳؍دسمبر کو راولپنڈی اور اسلام آباد میں احرار کارکنوں، صحافیوں اور مختلف احباب سے ملاقاتیں کیں۔نمازِ عشاء کے بعد مولانا محمد ابوذر کی دعوت پر جامع مسجد جھنگی سیداں میں درسِ قرآن دیا اور پھر میاں محمد اویس کی رفاقت میں لاہور روانہ ہوگئے۔۱۴؍دسمبر کو دفترِ احرار لاہور میں قیام، احباب و کارکنان سے ملاقاتیں، دفاعِ پاکستان کانفرنس لاہور کے انتظامات کا جائزہ۔۱۵؍دسمبر کو ملتان پہنچے اور ۱۶؍دسمبر کو دارالعلوم فاروقیہ رحیم یارخان میں خطبۂ جمعہ دیا۔ جناب حافظ محمد اکبر رحمہ اللہ کی تعزیت اور کارکنان سے ملاقاتیں کیں۔مولانا فقیر اللہ رحمانی، حافظ عبدالرحیم نیاز اور مولوی محمد طارق چوہان آپ کے ہمراہ رہے۔۱۷؍دسمبر کو چیچہ وطنی میں جناب عبداللطیف خالد چیمہ کی والدہ ماجدہ کے انتقال پر تعزیت کی اور شب کو دفتر احرار لاہور پہنچے۔۱۸؍دسمبر کو دفترِ احرار لاہور سے ریلی کی قیادت کرتے ہوئے دفاعِ پاکستان کانفرنس میں پہنچے اور خطاب کیا۔ جناب میں محمد اویس، قاری محمد یوسف احرار، حاجی عبدالقدیر بٹ اور دیگر کارکنان و رہنما آپ کے ہمراہ کانفرنس میں شریک ہوئے۔اسی روز میاں محمد اویس، قاری محمد یوسف احرار اور جاوید شیخ کے ہمراہ چیچہ وطنی پہنچے۔اگلے روز ۱۹؍دسمبر کی صبح جناب عبداللطیف خالد چیمہ سے تعزیت کے ساتھ ساتھ تنظیمی امور پر مشاورت کی اور ملتان روانہ ہوگئے۔۲۵، ۲۶، ۲۷؍دسمبر کو ضلع رحیم یارخان کا تنظیمی دورہ کیا۔

انڈونیشیا میں ایک سو چونسٹھ قادیانیوں کا قبولِ اسلام

انڈونیشیا میں ایک سو چونسٹھ قادیانیوں نے اسلام قبول کرلیا۔تفصیلات کے مطابق انڈونیشیا کی وزارت مذہبی امور کے ہیڈ آفس کے ایک اعلامیہ کے مطابق انڈونیشیا کے شہر ''سارولینگن'' (SAROLANGUN کے تمام قادیانیوں نے قادیانیت کو ترک کرکے اسلام قبول کرلیا ہے اور انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر ایمان لانے کا اعلان اور قادیانی تعلیمات کو ترک کرنے کا برملا اظہار کردیا ہے۔واضح رہے کہ قادیانیوں کے قبول اسلام کے پس منظر میں انڈونیشیا کی علماء کونسل کی جدوجہد کارفرما ہے۔مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر مرکزیہ سید عطاء المہیمن بخاری، سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ اور ڈپٹی سیکرٹری جنرل ڈاکٹر محمد عمر فاروق نے اسلام قبول کرنے والے ان خوش نصیبوں کو مبارک باد پیش کرتے ہوئے اُن کی استقامت کی دعاء کی ہے۔احرار رہنما نے کہا کہ راہِ حق کے متلاشی ہمیشہ صراطِ مستقیم سے ہم کنار ہوتے ہیں۔احرار رہنماؤں نے کہا کہ قادیانی مسلمانوں کی لٹی ہوئی متاع ہیں، کیونکہ برطانوی استعمار نے اپنے مخصوص سیاسی مفادات کے لیے مسلمانوں میں قادیانیت کا بیج بویا اور مسلمانوں کو اُن کے دین سے محروم کرکے قادیانی ارتداد کا شکار بنادیا تھا۔انہوں نے کہا کہ اب بھی اگر قادیانی قادیانیت کو ترک کرکے اسلام کے دامن رحمت میں آجائیں تو ہم انہیں کھلے دل سے گلے لگانے کو تیار ہیں۔انہوں نے کہا کہ پاکستان کے قادیانیوں کو بھی انڈونیشیا

کے مسلمانوں کی تقلید کرنی چاہیے۔ کیونکہ اگر قادیانی تعصب اور ضد کو چھوڑ کر سچے دل سے اسلام کا مطالعہ کریں تو وہ بھی انڈونیشیا کے مسلمانوں کی طرح قادیانیت کو خیر باد کہہ دیں گے۔ علاوہ ازیں متحدہ تحریک ختم نبوت کی مرکزی رابطہ کمیٹی نے کہا ہے کہ پوری دنیا میں قادیانیوں کا کفر وارتداد عیاں ہورھا ہے اور اسلام کی حقانیت کا پیغام دنیا کے ہر کونے میں پہنچ رہا ہے انڈونیشیا میں ایک عرصے سے قادیانیوں کے دجل وفریب کا پردہ چاک کرنے کے لئے وہاں کی مذہبی قیادت سرگرم تھی جوایک سو چونسٹھ قادیانیوں کے قبول اسلام پر مبارک باد کی مستحق ہے۔

انتخابات ماتحت مجالسِ احرار اسلام:

راولپنڈی

سرپرست: حافظ عبدالرحمٰن علوی
امیر: خادم حسین
نائب امیر: خالد کھوکھر
ناظم: مولانا محمد ابوذر
نائب ناظم: مرزا محمد زبیر
ناظم نشرواشاعت: محمد ابوبکر مرزا
نائب ناظم نشرواشاعت: محمود الحق
ارکانِ مجلس شوریٰ: محمد ناصر، محمود الحسن
ارکان مرکزی مجلسِ شوریٰ: محمد ابوبکر مرزا، مولانا محمد ابوذر

چکڑالہ (ضلع میانوالی)

امیر: امتیاز حسین
ناظم: محمد خالد
ناظم نشریات: ملک اولیا خان
خازن: عبدالخالق خلیق
ارکانِ مجلسِ شوریٰ: محمد عبداللہ علوی، امیر عبداللہ ماسٹر محمد رفیق، غلام صدیق، سجاد حسین، حاجی نور محمد غلام فرید، غلام سرور

علماء حق کا ترجمان
المیزان
ناشران وتاجرانِ کتب
دینی، تاریخی، سیاسی، ادبی اور اصلاحی کتابوں کا معیاری ادارہ
دینی مدارس کے طلباء کے لیے وفاق المدارس کا تمام نصاب سب سے زیادہ رعایتی قیمت پر

الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور 042-7122981-7212762

ادارہ

مسافرانِ آخرت

جناب غلام محمد نیازی مرحوم:

مجلس احرار اسلام کی مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن جناب حاجی غلام رسول نیازی (فیصل آباد) کے بھائی جناب پروفیسر ڈاکٹر غلام محمد نیازی گزشتہ ماہ انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم سابق احرار رہنما جناب صوفی عبد الرحیم نیازی رحمہ اللہ کے فرزند تھے۔ مطالعہ وتحقیق کا اعلیٰ ذوق رکھتے تھے۔ انھوں نے اپنے والد ماجد کی سوانح حیات لکھی اور مختلف موضوعات پر تحقیقی مضامین سپردِ قلم کیے۔ حق تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔ (آمین)

☆ **والد مرحوم محمد عاطف صاحب:** مجلس احرار اسلام ملتان کے رکن اور ہمارے کرم فرما جناب شیخ محمد عاطف صاحب کے والد ماجد ۱۲؍ دسمبر کو انتقال کر گئے۔

☆ **جناب محمد سلیم مرحوم:** مجلس احرار اسلام راولپنڈی کے صدر چودھری خادم حسین کے ماموں جناب محمد سلیم گزشتہ ماہ انتقال کر گئے۔

☆ **محمد عدنان زمان مرحوم:** زمان ٹاؤن چیچہ وطنی۔ مدرسہ اور جماعت کے معاون۔ **چودھری عبدالستار مرحوم:** چودھری بشیر احمد جٹ ۲۸/۱۱ ایل ۷؍ دسمبر کو انتقال کر گئے۔ **مولوی محمد عطاء اللہ مرحوم:** شاعرِ ختمِ نبوّت محمد شریف راہی (چک نمبر ۱۰۹/۱۲ ؍ایل، چیچہ وطنی) کے چھوٹے بھائی۔ ۲۲ دسمبر کو انتقال فرما گئے۔

☆ **لیاقت علی مرحوم:** بلاک نمبر ۱۵ چیچہ وطنی۔ جماعت کے خصوصی معاون اور جناب قاری محمد قاسم صاحب کے بہترین دوست۔

☆ **ملک ظہور احمد مرحوم:** ہمارے کرم فرما ملک محمد فاروق کریانہ مرچنٹس کبیر والہ کے بھائی ظہور احمد ماہ اگست ۲۰۱۱ء میں انتقال کر گئے تھے۔

احباب وقارئین سے درخواست ہے کہ تمام مرحومین کے لیے ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کا اہتمام کریں۔ اللہ تعالیٰ سب کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ (آمین)

دعائے صحت

- جناب پروفیسر عباس نجمی (لاہور) کی طبیعت شدید ناساز ہے احباب ان کی مکمل صحت یابی کے لیے خصوصی دعا فرمائیں۔
- مجلس احرار اسلام تلہ گنگ کے صدر جناب ملک محمد صدیق کے فرزند جناب احمد صاحب شدید علیل ہیں۔

احباب سے دعاء صحت کی درخواست ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں شفاء کاملہ عطاء فرمائے۔ (آمین)

دین و شریعت۔ تعلیم و تربیت۔ اخلاق و معاشرت

ادب و انشا اور سیاست و اقتصاد کا قافلۂ افکار

سلام کی اعلیٰ اخلاقی قدروں کا حامل

ایک مکمل فیملی میگزین

ماہنامہ

سنابل

کراچی

ایڈیٹر: محمد احمد حافظ

عنقریب منظر عام پر آرہا ہے

بیاد مجدد بنی ہاشم سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ــــــ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

بانی: سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

قائم شدہ: 28 نومبر 1961ء

مدرسہ معمورہ

دارِ بنی ہاشم
مہربان کالونی ملتان

خصوصیات

★ الحمدللہ مدرسہ معمورہ اپنے تعلیمی و فکری سفر میں ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہے
★ اس سال درجہ متوسطہ سے درجہ سادسہ تک داخلے ہوئے ★ دارالافتاء کا قیام عمل میں آیا
★ انگلش، عربی لینگویج کے لیے خصوصی کلاسز ★ میٹرک کا امتحان درجہ اولیٰ کے ساتھ
★ صرف و نحو کا، ماہر اساتذہ کی نگرانی میں اجراء ★ قیام و طعام، وظیفہ اور علاج کی سہولت
★ علمی، فکری، اخلاقی اور روحانی تربیت ★ تقریر و تحریر کی تربیت ★ لائبریری
★ ماہانہ مجلس ذکر ★ سالانہ ختم نبوت کورس ★ طالبات کے لیے جامعہ بستانِ عائشہ میں حفظ و ناظرہ قرآن، درسِ نظامی اور پرائمری، مڈل شعبوں میں تعلیم جاری ہے

تعمیری منصوبے

• دارالقرآن • دارالحدیث • دارالمطالعہ اور دارالاقامہ کے لیے 24 کمروں پر مشتمل دو منزلہ عمارت کی تعمیر شروع کی جا رہی ہے۔ لاگت فی کمرہ تین لاکھ روپے ہے۔ صدقہ جاریہ میں حصہ لیں اور نقد و سامانِ تعمیر دونوں صورتوں میں تعاون فرما کر اجر حاصل کریں۔
نیز طلباء کی ضروریات کے لیے زکوٰۃ و عشر، صدقات اور عطیات سے تعاون فرمائیں۔

ترسیل زر:
بذریعہ بینک: چیک یا ڈرافٹ بنام سید محمد کفیل بخاری مدرسہ معمورہ
کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 2-3017 یو بی ایل کچہری روڈ ملتان
بذریعہ آن لائن: 2-3017-010 بینک کوڈ: 0165

رابطہ
061 - 4511961
0300-6326621
majlisahrar@yahoo.com
majlisahrar@hotmail.com

الداعی الی الخیر
ابن امیر شریعت سید عطاء المہیمن بخاری
مہتمم
مدرسہ معمورہ ملتان

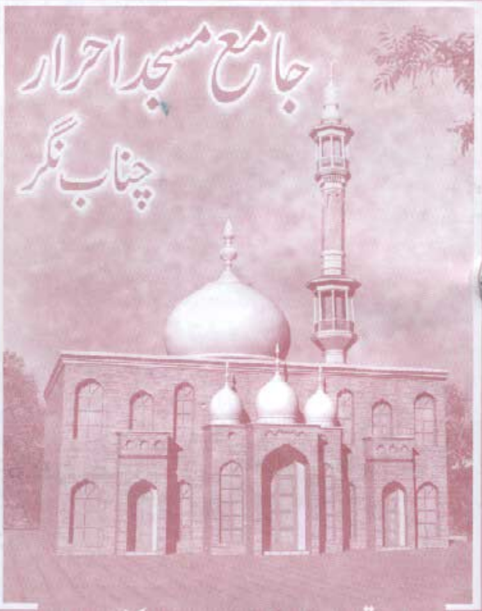

دومنزلہ تعمیر جدید کا خوبصورت اور دل کش ماڈل

تعمیر شروع ہے

جو اسی سال 2012ء میں مکمل ہو جائے گی۔ (ان شاء اللہ)

مجلسِ احرارِ اسلام

2012—1929

عزم و ہمت اور صبر و استقامت کے 82 سال

★ تحفظ ختم نبوت ★ محاسبۂ قادیانیت ★ دفاعِ صحابہ رضی اللہ عنہم

خدمتِ خلق، جہد و ایثار اور جرأت و استقلال کا سفر

قافلۂ احرار میں شامل ہو کر دین کی جہدِ مبین میں ہمارے ہم سفر بنیں

مسلم ہسپتال چناب نگر

تعمیر شروع ہے

تخمینہ خرچ تقریباً تین کروڑ روپے

آپ سے درخواست ہے کہ اس کارِ خیر کی تکمیل میں اللہ کی رضا کے لیے بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔

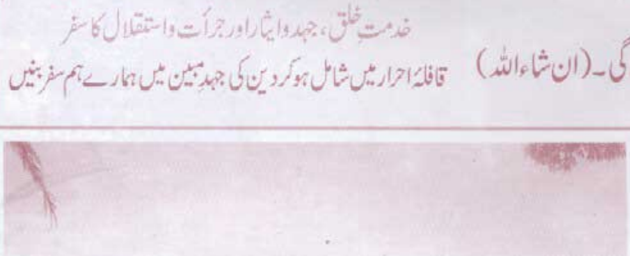

ترسیلِ زر بنام: سید محمد کفیل بخاری، میاں محمد اویس
کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 5-011286
یو بی ایل (UBL) لبرٹی مارکیٹ لاہور

نوٹ: جماعت کے جملہ ماتحت دفاتر و مراکز میں بھی رقوم جمع کرائی جا سکتی ہیں۔

www.ahrar.org.pk / www.alakhir.com

مراکزِ احرار

- دارِ بنی ہاشم، مہربان کالونی، ملتان — 061-4511961, 0300-6326621
- 69/C حسین سٹریٹ، وحدت روڈ، نیو مسلم ٹاؤن لاہور — 042-35912644, 0300-4240910
- دارالعلوم ختم نبوت، جامع مسجد بلاک 12 چیچہ وطنی (ساہیوال) — 040-5482253, 0300-6939453

CARE کیئر
PHARMACY فارمیسی

Trusted Medicine Super Stores

اقبال سٹیڈیم
بالمقابل سندباد
041-2605733

مدینہ ٹاؤن
سوساں روڈ
041-8543127

سلیمی چوک
اعوان پلازہ
041-8540064

گلستان کالونی
نزد عزیز فاطمہ ہسپتال
041-2004509

فیصل آباد میں
پانچ برانچز
الحمدللہ

جناح کالونی
گلبرگ روڈ
041-2642833

اصلی اور معیاری ادویات کی مکمل ورائٹی کے ساتھ آپ کی خدمت کے لیے 24 گھنٹے کھلی ہیں

مستند کمپنیوں کی گارنٹیڈ ادویات کی مکمل رینج

سول یا الائیڈ ہسپتال جانے کی ضرورت نہیں فیصل آباد کا سب سے بڑا میڈیکل سٹور اب آپ کے علاقہ میں آپ کی خدمت کے لیے

ادویات کو قبل از وقت خراب ہونے سے بچانے کے لیے طبی معیار کے عین مطابق ائیر کنڈیشنڈ اور محفوظ صحت بخش ماحول

بجلی کے شدید بحران میں 24 گھنٹے جنریٹر کی سہولت کے ساتھ صرف کیئر فارمیسی پر ممکن ہے

Head Office: 1-Saint Mary's Park, Gulberg III, Lahore